لکھنؤ
تعمیر حیات
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
جلد ٣٠ | ٢٥ جنوری ١٩٩٣ء — مطابق ٢ شعبان ١٤١٣ھ | شمارہ ٦

اداریہ

(مولانا سید) محمد رابع حسنی ندوی

موجودہ المیہ اور اس کے اثرات

بابری مسجد کے انہدام کے بعد ملک کے مختلف حصوں میں جو ہولناک فسادات بلکہ جان و مال کی سفاکانہ تباہی جس طرح ہوئی اس نے اقلیت کے دلوں میں بدامنی و بے اعتباری کے غیر معمولی احساسات پیدا کر دیئے۔ مسلمانوں کو بابری مسجد کے انہدام پر بہت رنج و صدمہ پہنچا تھا وہ اس بات کے متوقع تھے کہ ان کے زخم دل پر کچھ مرہم رکھا جاتا لیکن فسادات نے اور ان فسادات میں ایک طرفہ مسلمانوں پر مصیبت کے ٹوٹ پڑنے نے اور پھر اس کے بلا کسی خاصی روک ٹوک کے کئی کئی روز تک وحشیانہ طریقے سے جاری رہنے نے ملک کے انتظامیہ کے متعلق ان کو بہت مایوس کیا اور دنیا کی نظر میں بھی انتظامیہ کا کردار بہت مجروح ہوا انتظامیہ اگرچہ زبان سے زیادہ سے زیادہ ہمدردی ظاہر کرتا رہا لیکن طریقۂ کار بہت ہی مایوس کن ثابت ہوا۔

آج ہندوستانی مسلمان یہ سمجھنا چاہتا ہے کہ مرکزی حکومت کے وعدوں اور عمل کے درمیان اتنا فاصلہ کیوں ہے حکومت کوئی بھی ہو اگر ذمہ دارانہ اور سنجیدہ طریقہ اختیار کرے تو لاقانونیت کو روک سکتی ہے اس کو کسی بھی سازشی عمل کی اطلاع پہلے سے مل جاتی ہے اس کے امن و امان کے ذرائع اس بات سے باخبر رہتے ہیں کہ ان کے حلقوں میں کون لوگ سازشی ارادہ رکھتے ہیں [illegible] کو عمل میں آنے سے قبل اور زیادہ سے زیادہ عمل شروع ہوتے ہی اس کے ذمہ داروں کو سختی سے روک سکتے ہیں اور ان کے رکے جانے پر پورا سازشی عمل رک سکتا ہے بابری مسجد کا انہدام ہو یا بمبئی کا فساد، دونوں میں سے ہر جگہ اس کی قیادت اور رہنمائی کرنے والے حکومت کے علم سے باہر نہ تھے اور فساد جاری رہنے کے بعد بھی اس کی آگ کو ایندھن دینے والے حکومت کے علم میں آتے رہے لیکن آگ میں ایندھن ڈالنے سے روکنے کے بجائے آگ کو کم کرنے کے عزائم کا اعلان کرتے رہنے سے آگ نہیں رکتی۔

بمبئی کی تباہی کسی ایک یا دو فرقوں کی تباہی نہیں، بمبئی شہر ہندوستان کا اقتصادی دارالصنعت کی حیثیت رکھتا ہے آدمیوں، عمارتوں، فرموں، کارخانوں اور دکانوں کی تباہی ملک کے اقتصادی ڈھانچے کی بھی تباہی ہے جس کا نقصان ملک کو کئی [illegible] تک جھیلنا پڑے گا۔ اجودھیا کا واقعہ پھر بمبئی و احمد آباد کی تباہی کا واقعہ انتظامیہ کی بے تدبیری اور لاپرواہی کی ایسی مثال ہے جو اس کے ذمہ داروں کے تعلق سے عرصہ تک یاد رکھی جائے گی اور اس کی شہرت کو برابر داغدار رکھے گی یہ انتظامیہ ایک طرف تو عدالتی تاکیدوں اور احکامات کی عزت بچا نہ سکی اور دوسری طرف انسانی خون کی ہولی اور زبردست کاروباری مرکزوں کی کاروباری تباہی کو ایک ہفتہ تک کنٹرول کرنے سے عاجز رہی اس کا اثر یہ پڑا کہ ملک کی فرقہ وارانہ فضا کی ابتری میں کمی تو کیا ہوتی وہ اور بڑھ گئی اور ابھی جلد کم ہونے کا امکان بھی کم ہے کیونکہ جو لوگ اس فضا کو برابر خراب کر رہے ہیں ان کے بیانات اور طرز عمل کو بھی اہل اقتدار کی طرف سے تھامنے کی سنجیدہ کوشش نہیں ہو رہی ہے۔

مسلمانوں کی تعداد اس ملک میں اتنی کم نہیں ہے کہ وہ ایسی کوششوں سے فنا کر دیئے جائیں فسادات سے صرف یہ ہوگا کہ جانی و مالی تباہی کا سلسلہ چلے گا پھر تھک کر یا ظلم و زیادتی کی کثرت سے شرما کر لوگ بتدریج ختم جائیں گے لیکن کئی دہائیوں تک وہ کئی طرح کی تباہی کے نتائج بھگتیں گے لیکن کوئی ایک فریق دوسرے فریق کو ختم کرنے کی تمنا پوری نہ کر سکے گا۔

عدم تشدد، رحم دلی، انسانی ہمدردی کی دعوت یا ارادے کے لیے جو عالی ظرفی بلکہ ایثار و قربانی کی ضرورت ہے اس کے بغیر ہندوستان کے جمہوریت اور عدم تشدد کے دعوے صدا بصحرا سے زیادہ ثابت نہ ہو سکیں گے اور ہندوستان اپنے قائدین آزادی کی جن تمناؤں کے ساتھ آزاد ہوا وہ تمنائیں کامیاب نہ ہو سکیں گی۔ یہ تو ہوا وہ پہلو جس کا تعلق اکثریت اور انتظامیہ کے افراد

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زر تعاون ملکی
سالانہ — پچاس روپے
فی شمارہ — ٢/٢٥

بیرون ملک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
٢٥ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ — ١٠ ڈالر

نوٹ:-
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں
چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں
نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں
اور اگر جدید خریدار ہیں تو بھی صراحت ضروری ہے

شب برات اور ہمارا طرز عمل

مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے، اس ذات بے ہمتا نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے، ورنہ کوئی شخص اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا، لیکن اس ذات وحدہٗ لاشریک کے سامنے بڑے سے بڑے خطا کار بھی ندامت کے چند آنسو بہالے جائیں اور خلوص دل سے توبہ کر لیا جائے تو اسے معاف کر دیتا ہے بندے کی طلب اور جستجو کے بقدر اس کی عنایتوں کا سلسلہ قائم رہتا ہے، اپنی نوازش سے اس نے سال کے بعض مہینوں اور کچھ دنوں کو ایسی فضیلت دی ہے جس میں اس کی رحمت عام ہوتی ہے، عنایات و کرم کی ایسی بارش ہوتی ہے کہ معمولی عمل پر بھی اس کا فیضان بے پناہ ہوتا ہے ....

.... اور بسا اوقات ایک دن کی قدر پورے سال کی سلامتی کا ذریعہ بن جاتی ہے شاید حدیث پاک میں اسی طرف اشارہ ہے:

اذا سلمت الجمعة سلمت الايام
واذا سلم رمضان سلمت السنة

جب جمعہ کا دن سلامتی سے گذر جاتا ہے تو بقیہ دنوں میں بھی سلامتی رہتی ہے اور ماہ رمضان کی سلامتی پر سال کی سلامتی موقوف ہے۔

انھیں مبارک دنوں میں سے شب برأت بھی ہے: برأت کے معنی بری ہونے کے ہیں شعبان کی پندرہویں شب کو شب برأت یا ليلة البرءة کہا جاتا ہے، اس رات کی بڑی فضیلت آئی ہے، ہر چند کہ اکثر احادیث پر محدثین نے کلام کیا ہے، اور درجۂ صحت سے فروتر کہا ہے لیکن پھر بھی صحاح میں بعض حدیثیں ایسی آئی ہیں جس سے اس رات کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ما ثبت بالسنہ میں فیہا یفرق کل امر حکیم کی تفسیر میں حضرت عکرمہؓ سے یہ نقل کیا ہے

قال في ليلة النصف من شعبان يبرم أمر السنة وينسخ الأحياء ويكتب الحاج فلا يزاد فيهم أحد ولا ينقص منهم أحد

(رواہ ابن جریر، ابن المنذر و ابن ابی حاتم) فرمایا کہ وہ رات شعبان کی پندرہویں شب ہے جس میں سال بھر کا معاملہ طے ہو جاتا ہے زندوں کی فہرست بن جاتی ہے حجاج کی تعداد بھی کر دی جاتی ہے پھر اس مرتب شدہ فہرست میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں اپنی تمام مخلوق کی طرف اپنی خاص توجہ فرماتے ہیں، اور مشرک، کینہ ور کے سوا سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں" (ترغیب و ترہیب)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پا کر تلاش میں نکلی، آپ جنت البقیع (مدینہ منورہ کا قبرستان) میں تھے، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آج نصف شعبان کی رات ہے اس میں اللہ تعالیٰ اتنے لوگوں کو جہنم سے نجات دے گا جتنے قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بال ہیں، مگر چند بدنصیب شخصوں کی طرف اس رات میں بھی نظر عنایت نہ ہوگی۔ (١) مشرک، کینہ پرور (٢) قطع رحمی کرنے والا (٣) پائجامہ اور ٹخنوں کو نیچے لٹکانے والا (٤) اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا۔ (٥) شراب نوشی کرنے والا۔

یہ حدیث امام بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے باختلاف الفاظ یہ روایت ترمذی ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ میں بھی موجود ہے ایک اور حدیث امام بیہقی نے حضرت عائشہؓ ہی سے یوں نقل فرمائی ہے۔

"ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے کھڑے ہوئے، نماز شروع کی اور سجدہ میں گئے، تو اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے یہ خطرہ ہو گیا کہ شاید خدا نخواستہ آپ کی روح قبض ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں پریشان ہو کر اٹھی اور پاس جا کر انگوٹھے کو حرکت دی تو آپ نے کچھ حرکت فرمائی جس سے مجھے کچھ اطمینان ہوا، اور اپنی جگہ لوٹ آئی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا:

"تم جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے" میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ نصف شعبان کی رات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات کو خاص طور سے دنیا والوں کی طرف توجہ فرماتے ہیں، اور مغفرت مانگنے والوں کی مغفرت اور رحم کی دعا کرنے والوں پر رحم فرماتے ہیں، مگر آپس میں کینہ رکھنے والوں کو ان کے اسی حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے" (ترغیب و ترہیب)

ابن ماجہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جب نصف شعبان کی رات آئے تو رات کو جاگو اور نماز پڑھو اور دن کو روزہ رکھو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کو غروب آفتاب سے ہی نیچے آسمان پر تجلی فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ: ہے کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ ہم اس کی مغفرت کریں، کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ ہم اس کو رزق دیں یہ صدائے عام اسی طرح صبح تک جاری رہتی ہے، یہاں تک کہ صبح صادق ہو جائے"

یہ حدیثیں ذرا غور سے پڑھئے اور دیکھئے کہ وہ مالک وحدہٗ لاشریک اپنے بندوں کے حق میں کیسا مہربان ہے۔ وہ اپنے بندوں کی دستگیری کے لئے کس قدر بے تاب ہے، ہے کوئی دستگیری چاہنے والا، آج حالات کی ستم ظریفی کا رونا رویا جا رہا ہے لیکن کیا ایسے مہتم بالشان مواقع جس میں اللہ کی نصرت کے فیصلے ہوا کرتے ہیں، اپنی غفلت کے نتیجے میں ہم ضائع نہیں کر دیتے ہیں۔

شب برأت ہم منانے کا اہتمام ضرور کرتے ہیں۔ لیکن کس طرح: زرق برق لباسوں، دھوتوں، گلی کوچوں، مساجد اور گھروں پر برقی قمقموں کو لگانے اور روشنی کا خاص اہتمام کر کے پٹاخوں کے شور شرابہ اور بارود کی گھن گرج اور بدبو سے اس رات کی برکتوں کو دور بھگا دیتے ہیں۔ عورتیں قسم قسم کے حلوے تیار کرنے میں دن بھر مصروف رہ کر رات سو کر گذار دیتی ہیں۔ مصروفیات کی وجہ سے دن میں روزہ کا بھی اہتمام نہیں ہوتا حلوہ پکانے کا ایسا التزام ہوتا ہے، کہ گویا اس کے بغیر اسلام کی تکمیل ادھوری رہ جائے گی پھر اس عمل کو وجہ ثواب بھی جانا جاتا ہے مردوں کے لئے ان کی عمر وفات کا لحاظ کرتے ہوئے سخت و نرم حلوہ تیار کیا جاتا ہے.....

....

اور اس پر نیاز دلائی جاتی ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ مردوں کو یہ حلوہ پہونچ رہا ہوگا۔ حلوہ پکانے میں یہ نکتہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہونے پر آپ نے حلوہ تناول فرمایا تھا۔ یا حضرت اویس قرنیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے سارے دانت توڑ ڈالے تھے۔ لہٰذا وہ حلوہ نوش فرماتے تھے، اگر یہی نکتہ ہے تو حقیقت میں شعبان کے بجائے شوال میں اس کا اہتمام ہونا چاہئے۔ کیونکہ غزوہ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے، اور وہ شوال المکرم کا مہینہ تھا۔ اس سے اس خیال کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ شب برأت حضرت حمزہؓ کی شہادت کا دن ہے اس لئے حلوہ پکا کر فاتحہ دلواتے ہیں۔

پندرہویں شب کو عورتیں عرفہ کہتی ہیں اور یہ خیال کرتی ہیں کہ مردوں کی روحیں آج آپس میں ملتی ہیں اور اس سال جس کی وفات ہوتی ہے وہ خاص طور پر آج کی رات مردوں کی برادری میں شامل ہو جائے گا لہٰذا اس کے نام سے حلوہ کا فاتحہ دلاتی ہیں یہ بڑی جہالت ہے، بعض جگہوں پر نئے برتنوں کا اہتمام کیا جاتا ہے جس طرح ہندو دیوالی کے موقع پر کرتے ہیں، یہ سب باتیں وہ ہیں جن سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول گرامی کی روشنی میں اگر کوئی بات ہو سکتی ہے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں حسب ذیل امور مسنون ہیں۔

١۔ رات میں جاگ کر نماز پڑھنا اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا۔ قبرستان جانا۔
٢۔ اس رات کی صبح یعنی پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا۔

مفتی محمد شفیع صاحب نے اس موقع پر لکھا ہے:

"یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین سے رات [illegible] جاگنا اور اعمال مسنونہ پر عمل کرنا قابل اعتماد روایت سے ثابت ہوا ہے۔ جیسا کہ مواہب لدنیہ کے آخر میں لکھا ہے۔ اور ابن حاج کی مدخل ص ٢٤٨ میں فرماتے ہیں کہ سلف صالحین اس رات کی تعظیم کرتے اور اس کے لئے پہلے سے تیاریاں کرتے تھے۔ نیز مذکورہ روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مندرجہ ذیل گناہ اس قدر سخت ہیں کہ اسکی وجہ سے اس رات کی تمام تر برکتوں سے محرومی ہو جاتی ہے،

١۔ خدا کے ساتھ اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا۔
٢۔ کسی مسلمان بھائی سے کینہ رکھنا۔
٣۔ عزیزوں، قریبوں کے جو حقوق ہیں ان کو ادا نہ کرنا۔ ان سے بدسلوکی کرنا۔
٤۔ پائجامہ یا تہ بند ٹخنے سے نیچے لٹکانا۔
٥۔ والدین کی نافرمانی کرنا
٦۔ شراب پینا۔ ٧۔ رشوت لینا۔
٨۔ جادو کرنا ٩۔ غیب کی خبریں بتانا۔
١٠۔ فال نکالنا۔

اور بھی وہ اعمال ہیں جن پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان تمام باتوں سے پرہیز

باقی ص ٩ پر

سے ہے اور جن کا نقصان ملک کی اقتصادی حالت کو نقصان پہنچے اور ملک کی انسانی وقار کی شہرت کے ضائع ہونے سے ہے جس کی فکر حکومت کے ذمہ داروں اور اکثریت کے رہبروں کے کرنے کی زیادہ ہے۔ رہا اقلیت کا معاملہ تو ایک تو ملک کے ساتھ تعلق کے ناطے اس کو اکثریت کے شانہ بشانہ فکر کرنا تھا جو انصاف ملنے کی صورت میں خوش دلی کے ساتھ ہوتا اور انصاف نہ ملنے کی صورت میں اس ذمہ داری کی ادائیگی مجروح رہے گی۔

دوسرے اس سنگین حادثہ کی وجہ سے اور اس سے پیدا ہونے والی ہلاکت خیزی کے حال میں اقلیت کے لیے صبر و برداشت کا امتحان ہے لیکن مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنے تاثر و ناراضی کے اظہار میں اور واقعہ کے رد عمل میں اللہ و رسول کے دکھائے ہوئے راستے سے ہٹنا نہیں ہے اسی میں مسلمان کے لیے کامیابی کی ضمانت ہے مسلمان کا کام اللہ کی نصرت سے بنتا ہے اور یہ نصرت اللہ کو راضی رکھنے پر آتی ہے۔

ہم کو اولاً اپنی اخلاقی زندگی اور کارکردگی کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہماری کتنی جد و جہد اخلاص اور سنجیدہ حکمت عملی کی رہی اور کتنی محض دعووں نعرے دینے کی رہی ہے ہمارے کردار کا کیا حال ہو رہا ہے کیا ہمارا مسجد سے تعلق ویسا ہی ہے جیسا ہونا چاہیے، بحیثیت مسلمان کے ہمارا فرض ہے کہ ہم جب حق تلفی یا زیادتی سے متاثر ہوں تو ایسوں سے انتقام ہرگز نہ لیں جو بے گناہ افراد میں سے ہیں، ہم غصہ سے ایسے بے خود نہ ہو جائیں کہ ہمارے عمل سے رد عمل کی کوئی نامناسب شکل پیدا ہو جائے بابری مسجد کے انہدام کے اصل مجرم وہ دہشت گرد افراد ہیں جو ہندو فرقہ پرست اور عسکریت نواز جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں ابھار ان کو دے گئے اور ان کی تخریبی کوششوں پر روک لگانے اور ان کو دبانے میں کوتاہی کرنے والا انتظامیہ ہے ہم کو اپنی ناگواری کے اظہار کو انھیں کے دائرے میں محدود رکھنا چاہیے اور یہ اظہار بھی پر عزم طریقے سے لیکن عاقلانہ اور دانش مندانہ ہونا چاہیے ورنہ سوائے صرف برا بھلا کہنے اور سننے کے ہمارے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

بابری مسجد کے انہدام کے سلسلے میں جو جادہ دستور کی بھی خلاف ورزی تھی، اور حکومتوں کی یقین دہانیوں کی بھی خلاف ورزی تھی، اس طرح مسلمانوں کے مقدمہ کو مضبوطی ملی، یہ مقدمہ عدالت کے ذریعہ اور حکومت کے ذرائع سے ہمدردی حاصل کرکے جیتنا ممکن نہیں اکثریت کے صلح جو اور انصاف پسند افراد کو بھی ساتھ لیا جاسکتا ہے، اس طرح متعصب اور دہشت پسند گروہ الگ تھلگ کیا جاسکتا ہے، حکمت و دانائی کے لحاظ سے یہ طریقہ زیادہ مفید ہے، گرم اور جذباتی طریقے سے متعصب اور دہشت گرد فریق کے لیے اپنے ہم مذہب ہندو اکثریت اور انتظامیہ کے افراد کو اپنا ہمدرد بنا لینا آسان ہو جائے گا، پھر کچھ ایسی افسوسناک شکل بنے گی کہ ایک طرف فریق مسلمان اقلیت ہے اور دوسری طرف ملک کی اکثریت کے غالب افراد اور انتظامیہ کے غالب افراد جمع ہو گئے ہیں، مسلمانوں نے اپنے جوش اور گرمی میں اپنے مخالف فریق کے ساتھ دو مزید طاقتوں کو شریک بنا لیا ہے، یہ حکمت و تدبیر کے بالکل خلاف ہے نرم طریقۂ کار اور حسن تدبیر سے اکثریت کی خاصی تعداد کی ہمدردیاں حاصل کرنا زیادہ مشکل نہ تھا [illegible] طریقۂ کار جس سے انتظامیہ اور حکومت سے بھی صف آرائی ہو جائے دشمنوں میں اضافہ کرنے کے مترادف تھا، اب بھی یہ گنجائش باقی ہے کہ مسلمان اپنے اس مقدمہ میں جو دستور و عام جمہوری اصولوں کے لحاظ سے صحیح ہے اکثریت کے بہت سے انصاف پسندوں کا تعاون لے سکتے ہیں اور انتظامیہ کے بھی بہت سے افراد کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں ایسی صورت میں دیر سویر کامیابی ناممکن نہیں ہے۔

مسلمانوں کے دینی و دنیاوی اعتبار سے یہ واقعہ کتنا ہی سنگین ہو لیکن مسلمان جس تاریخ کے وارث ہیں اس میں ایسے دھکے پہنچے ہیں، لیکن جب اخلاص اور ہمت اور اس کے ساتھ صحیح حکمت عملی اختیار کی گئی تو نہ صرف یہ کہ حادثات کا مداوا ہوا ہے بلکہ مزید کامیابیاں حاصل ہوئیں لیکن یہ صبر، اتحاد اور مخلص رہبر کی بات مانتے ہوئے اپنی مرضی احکام الٰہی کے تابع کرنے سے ہوئی۔

مسلمانوں کو ٹکراؤ سے بچنے کا مشورہ

پرسنل لا بورڈ نے مسلم وزرا کو ضمیر کی آواز پر فیصلے کی آزادی دی

صدر مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی سربراہی میں فیصلہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ نے ۹ر جنوری کو اپنی ایک خصوصی میٹنگ میں مسلم وزیروں کے استعفے کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ اس نے ان وزیروں سے کہا کہ وہ بابری مسجد کے انہدام اور اس کے بعد کے واقعات کی کھل کر مذمت کریں جہاں تک استعفوں کا معاملہ ہے وہ ان وزیروں کے ضمیر کی آواز پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

آل انڈیا بابری مسجد ایکشن کمیٹی اور بابری مسجد تحریک رابطہ کمیٹی کے مستقبل کے امور کے بارے میں بورڈ کے ترجمان مولانا مجاہد الاسلام نے کہا کہ ان کمیٹیوں کو جاری رکھنے یا توڑ دینے کا فیصلہ ان کمیٹیوں کے عہدے داروں اور ممبروں کو کرنا ہے انھوں نے کہا کہ چونکہ مسلم پرسنل لا بورڈ ہندوستانی مسلمانوں کی اہم ترین اور سب سے اعلیٰ تنظیم ہے اس لیے ان کمیٹیوں اور دوسری تمام تنظیموں کو اس کے فیصلوں پر عمل کرنا چاہیے۔

مجلس عاملہ نے ۶ر دسمبر سے لے کر اب تک تمام حالات کا تفصیل سے جائزہ لینے کے بعد ایک قرارداد کے ذریعہ ان فیصلوں کا اعلان کیا کہ مسجد کی عمارت منہدم کیے جانے کے بعد بھی وہ زمین جس پر ۱۵۲۸ء میں مسجد کی بنیاد ڈالی گئی تھی شرعاً مسجد ہے اور قیامت تک مسجد ہی رہے گی مسجد کی عمارت گرا دینے سے یا ناجائز طور پر مورتیوں کو رکھ دینے اور جبر کے ساتھ پوجا جاری کرا دینے سے مسجد کا مسجد ہونا ختم نہیں ہوتا کسی مسجد میں ایک مدت تک خواہ یہ مدت کتنی کیوں نہ ہو نماز کا نہ پڑھا جانا مسجد کی شرعی حیثیت کو ختم نہیں کرتا، کوئی بھی مسلمان کسی بھی حال میں کسی مسجد کو کلی یا جزوی مندر بنا دینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

مسجد کی عمارت کا انہدام مسجد کے تقدس کو مجروح کرتا ہے اور یہ اسلام کے مذہبی شعائر کی توہین ہے۔

قرارداد میں مزید کہا گیا ہے کہ آرڈی نینس کے ذریعہ سرکاری طور پر مسجد کی آراضی کا سرکاری تحویل میں لیا جانا صریح ظلم ہے اور شرعاً ناجائز اور باطل ہے اور مذہبی آزادی کے حق میں صریح مداخلت ہے۔

حکومت کی جانب سے اگر بابری مسجد کے عوض کسی اور جگہ کوئی متبادل مسجد کی تعمیر کی جائے تو وہ شرعاً مسجد نہیں ہوگی اور اس کے لیے حکومت کوئی ٹرسٹ بناتی ہے تو کوئی مسلمان اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ امر واقعہ یہ ہے کہ بابری مسجد کسی غصب کی ہوئی زمین پر یا کسی مندر کو توڑ کر نہیں بنائی گئی اس لیے اس کی شرعی حیثیت وہی ہے جو ایک مسجد کی ہوتی ہے۔

مجلس عاملہ نے کہا کہ وہ حکومت ہند پر یہ بات واضح کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ بابری مسجد کی شہادت اس کی جگہ پر ناجائز تعمیر، مورتیوں کی تنصیب، پھر درشن اور پوجا کی اجازت، آراضی مسجد و اوقاف کا سرکاری تحویل میں لیا جانا اور اس کے ساتھ آئین کی دفعہ ۱۴۳ کے تحت ایک نکتہ پر سپریم کورٹ کی رائے کا طلب کیا جانا ایک گہری سازش کا حصہ ہیں۔ جب تک سرکاری تحویل میں لیے جانے اور ریفرنس کا فیصلہ فوراً واپس نہیں لیا جاتا اور مسجد مسلمانوں کو واپس نہیں ملتی جمہوریت اور سیکولرزم پر مسلمانوں کا اعتماد بحال ہونا ممکن نہیں ہے۔

مجلس عاملہ نے ہندوستان کے تمام انصاف پسند اور جمہوریت اور سیکولرزم پر یقین رکھنے والوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ملک کی سالمیت اور بقا کے لیے آگے آئیں اور فسطائی قوتوں کی سازش کا مقابلہ کریں۔ مجلس عاملہ نے ہندوستانی مسلمانوں سے بھی اپیل کی کہ وہ پوری سوجھ بوجھ اور حکمت عملی کے ساتھ موجودہ حالات کا سامنا کریں اور چاہے وہ فقیر ہوں یا امیر، عام آدمی یا وزیر، ہم سب کا فرض ہے کہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔

(باقی ص ۱۳ پر)

علمائے کرام کا فرض

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

حضرات! علماء کا یہ فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو زندگی کے حقائق، ملک کے حالات، ماحول کے تغیرات اور تقاضوں سے باخبر اور روشناس رکھیں، ان کی کوشش رہنی چاہیے کہ مسلم معاشرہ کا رابطہ زندگی اور ماحول سے کٹنے نہ پائے، اس لیے کہ اگر دین اور مسلمانوں کا رابطہ زندگی سے کٹ گیا اور وہ خیالی دنیا میں زندگی گزارنے لگے تو پھر دین کی آواز بے اثر ہوگی اور وہ دعوت اور اصلاح کا فرض انجام نہیں دے سکیں گے اور اتنا ہی نہیں ہوگا بلکہ اس دین کے حاملین کو اس ملک میں رہنا مشکل ہو جائے گا، تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جہاں علماء نے سب کچھ کیا لیکن زندگی کے حقائق سے امت کو روشناس نہیں کیا اس ماحول میں اپنے فرائض کے انجام دینے کی انھوں نے تلقین نہیں کی ایک اچھا شہری ایک مفید عنصر بننے اور اس ملک کی قیادت حاصل کرنے کی اہلیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی وہاں اس ملک نے ان کو اس طرح اگل دیا جیسے لقمہ اگلا جاتا ہے اور ان کو اگل کر باہر پھینک دیا اس لیے کہ انھوں نے اپنی جگہ نہیں بنائی تھی۔

آج ہندوستان کے مسلمان ایک دانش مندانہ اور حقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں، آپ اگر مسلمان کو سو فیصدی تہجد گزار بنا دیں سب کو متقی و پرہیزگار بنا دیں لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک کدھر جا رہا ہے ملک ڈوب رہا ہے، ملک میں بداخلاقی وبا اور طوفان کی طرح پھیل رہی ہے، ملک میں مسلمانوں سے نفرت پیدا ہو رہی ہے تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد پانچ وقتوں کی نمازوں کا پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا، اگر آپ نے دینداروں کے لیے اس ماحول میں جگہ نہیں بنائی اور ان کو ملک کا بے لوث مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا جو ملک کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور ایک بلند کردار پیش کرتا ہے تو آپ یاد رکھیے کہ عبادات و نوافل اور دین کی علامتیں اور شعائر تو الگ رہے وہ وقت بھی آسکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہو جائے اگر آپ نے مسلمانوں کو اجنبی بنا کر اور ماحول سے کاٹ کر رکھا، زندگی کے حقائق سے ان کی آنکھیں بند رہیں اور ملک میں ہونے والے انقلابات نئے بننے والے قوانین عوام کے دل و دماغ پر حکومت کرنے والے رجحانات سے وہ بے خبر رہے تو پھر قیادت تو الگ رہی (جو خیر امۃ کا فرض منصبی ہے) اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہو جائے گی۔

ہم صاف اعلان کرتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کریں کہ ہم ایسے جانوروں کی زندگی گزارنے پر ہرگز راضی نہیں جن کو صرف راتب اور تحفظ (SECURITY) چاہیے کہ ان کو کوئی مارے نہیں، ہم ہزار بار ایسی زندگی گزارنے اور ایسی حیثیت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں ہم اس سرزمین پر اپنی اذانوں اور نمازوں کے ساتھ رہیں گے بلکہ ہم تراویح اور اشراق و تہجد تک چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں گے، ہم ایک ایک سنت کو سینہ سے لگا کر رہیں گے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو سامنے رکھ کر کسی ایک نقش بلکہ کسی نقطہ سے بھی دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔

مسئلہ ایک مدرسہ یا کسی جامعہ کا نہیں، نہ کسی مکتب خیال نہ کچھ منصوبوں اور عمارتوں کی تکمیل کا ہے مسئلہ علوم ایمانی کے باقی رکھنے اور اسلامی شخصیت کے تحفظ کا ہے آپ دوسروں کے پیچھے چلنے کے لیے ہرگز نہیں پیدا کیے گئے اور خدا نے آپ کو اس ملک میں اس لیے بھیجا ہے کہ آپ دوسروں کے غاشیہ بردار ہوں اور آپ لوگوں کے چشم و ابرو کو پہچاننے کی کوشش کریں کہ ملک کس رخ پر جا رہا ہے، ہم کسی قومی دھارے سے واقف نہیں ہم تو صرف اسلامیت کے دھارے کو جانتے ہیں ہم تو دنیا کی قیادت و امامت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

آج ملک خودکشی کے لیے قسم کھا چکا ہے، وہ آگ کے خندق میں گرنے کے لیے تیار ہے وہ بداخلاقی اور انسانیت کشی کے دلدل میں ڈوب رہا ہے آپ ہی ہیں جو ہندوستان کیا پورے ایشیا میں کسی ملک کو بچا سکتے ہیں، آپ اللہ و رسول کی بات کہیے آپ کو کوئی ضرورت نہیں کہ آپ نیلام کی منڈی میں اتر آئیں اور اپنا سودا کرانے لگیں کہ بولی بولی جائے آپ متاع نایاب ہیں اللہ کے سوا آپ کی خریداری کا کوئی حوصلہ نہیں کر سکتا اس لیے میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں دکاش میں آپ کے دلوں اور دماغوں پر بھی چوٹ لگا سکتا، کہ اس ملک کو تنہا آپ بچا سکتے ہیں، اس لیے کہ آپ کے پاس عقیدۂ توحید اور انسانی مساوات کا اصول ہے آپ کے پاس اجتماعی عدل کا مکمل نظام موجود ہے آپ ہی ہیں جو ہر چیز سے بالاتر ہیں، آپ ہی ہیں جن کے پاس ایمان بالآخرت ہے اور جو "اَلْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" پر یقین رکھتے ہیں، آپ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی نظر طاقت و قوت پر رہا کرتی ہے اور جن کی نگاہ میں مال و متاع اور اکثریت ہی سب کچھ ہے اور نہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو انتخابات میں کامیابی یا پارلیمنٹ تک پہنچ جانے ہی کو سب سے بڑی معراج سمجھتے ہیں۔

(کاروان زندگی ۳)

نظر آتے ہیں برگشتہ زمین و آسماں ساقی

گئی ہے فصل بہاراں، آگیا دور خزاں ساقی
تلاش گل میں اب تو ہی بتا جائیں کہاں ساقی

ہماری غفلتوں نے آہ پہنچایا کہاں ساقی
زیاں بھی اب نظر آتا نہیں ہم کو زیاں ساقی

زمانہ ہو رہا ہے آج ہم سے بدگماں ساقی
نظر آتے ہیں برگشتہ زمین و آسماں ساقی

دلوں میں اب نہیں باقی رہا سوز نہاں ساقی
مئے توحید کے طالب نہیں پیر و جواں ساقی

میں ڈرتا ہوں نہ مٹ جائے سلف کی داستاں ساقی
نظر آتا ہے اب کچھ اور ہی رنگ جہاں ساقی

سہیں کب تک بتا تو ہی یہ جور باغباں ساقی
دل وحشی کا کب تک ہوگا آخر امتحاں ساقی

بدلتا ہی نہیں صد حیف کیوں رنگ جہاں ساقی
یہ آخر ہو گئی کیوں بے اثر آہ و فغاں ساقی

پلا دے ہاں پلا دے وہ شراب ارغواں ساقی
کہ ہر میخوار ہی آئے نظر آتش بہ جاں ساقی

مٹا سکتا نہیں کوئی مرا نام و نشاں ساقی
کرم سے آپ جب خود ہی ہیں میرے پاسباں ساقی

مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی مرحوم

گذارش

خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں خریداری نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں کس کے نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے اس کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ منی آرڈر کوپن پر صاف خوشخط پتہ لکھیں اگر جدید خریدار ہوں تو اس کی صراحت ضرور کر دیں جواب طلب امور کے لئے جوابی خطوط ارسال کریں۔ شکریہ - منیجر

عہد اسلامی میں کتب خانے اور انکی اہمیت

پروفیسر محمد اجتبیٰ ندوی صدر شعبہ عربی [illegible] الہ آباد یونیورسٹی

مسلمانوں نے اپنے ہر عہد میں کتاب اور کتب خانوں کو بے حد اہمیت دی اور اس کو اپنا سب سے بڑا اور گراں قدر سرمایہ تصور کیا۔ کتابیں لکھیں اور لکھوائیں اور اس کی ہمت افزائی کی۔ کتب خانے بنوائے اور ان کی ہر قیمت پر حفاظت کی۔ اور اس میں اضافے کرتے رہے جہاں کہیں بھی کسی بھی علم و فن اور زبان و ادب سے متعلق کتاب و کتب خانے دستیاب ہوئے انھیں اپنا گم شدہ خزانہ سمجھ کر حاصل کیا اور اپنے علاقہ، شہر اور ذاتی ملکیت میں منتقل کر لیا۔ لیکن اسے نہ ضائع ہونے دیا اور نہ اسے کوئی نقصان پہونچایا۔ اگر کوئی اس توہم و خیال میں مبتلا ہو گیا کہ مسلمانوں نے علم، کتاب اور کتب خانوں کو نقصان یا گزند پہونچایا تو اس کی یہ نادانی ہے۔ یا پھر تجاہل یا تعصب و افترا پردازی پر مبنی ہے جس کی نہ کوئی بنیاد ہے اور نہ حقیقت، بلکہ ہمیں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ اگر مسلمانوں کے گھر بار، مال و دولت اور جاہ و منصب کسی مصیبت و آفتِ ناگہانی کے شکار ہوئے تو اس پر زیادہ غم نہ کیا۔ لیکن اگر کتاب و کتب خانوں پر کوئی آنچ آئی تو انھوں نے اسے بہت بڑا سانحہ گردانا۔

یہ دیکھئے عباسی دور کے مشہور و معروف ادیب و شاعر و انشاء پرداز اور امیر و وزیر ابن العمید کے محل پر فوج یلغار کر کے اس کے حفاظتی دستے اور ملازموں و خادموں کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیتی ہے۔ ابن العمید قصر امارت میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہاں پہونچ کر دیکھتے ہیں کہ قصر امارت کا تمام سرمایہ لوٹا اور برباد کیا جا چکا ہے یہاں تک انھیں بیٹھنے کے لئے کرسی یا فرش اور پانی پینے کیلئے ایک گلاس تک نہیں ملتا ہے۔ اچانک انھیں اپنے کتب خانہ اور قلمی مسودوں کا خیال آتا ہے جو ان کا سب سے زیادہ عزیز اور قیمتی اثاثہ ہے اس میں علوم و فنون، ادب، معرفت اور حکمت و دانش سے متعلق بڑا ذخیرہ ہے، جسے سو اونٹ سے زیادہ تعداد پر لاد کر منتقل کیا جا رہا ہے۔ بڑی فکر و تشویش کے عالم میں ادھر ادھر نظر دوڑا رہے ہیں کہ انھیں کتب خانہ کے انچارج دکھائی دیئے بڑھ کر ان سے کتب خانہ کے بارے میں دریافت کیا تو انچارج نے جواب دیا کہ "خدا کا شکر ہے کہ کتب خانہ بالکل محفوظ ہے اور اس پر کسی نے دست درازی نہیں کی ہے۔" یہ سن کر ابن العمید کا چہرہ کھل اٹھا اور اپنے کتب خانہ کے انچارج سے کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ تم بابرکت آدمی ہو دنیا کی ساری دولت اور خزانوں کا بدل مل جائے گا۔ لیکن کتابوں کے ذخیرہ کا بدل ممکن نہیں ہے۔"

اسی علم اور کتابوں کے حاصل کرنے کے شوق و ذوق کی وجہ سے یہ مقابلہ ہوتا تھا کہ مولف کتاب سے سب سے پہلے کون کتاب حاصل کر سکتا ہے۔ اندلس (اسپین) کے حاکم "حکم" کو ادب کی شہرۂ آفاق کتاب "اغانی" کے تصنیف کئے جانے کی بھنک لگ گئی تو اس نے اس کے مؤلف ابوالفرج اصفہانی کی خدمت میں ایک ہزار سنہرے دینار بھیجے کہ پہلا نسخہ وہ اسے بھجوا دے، چنانچہ وہ کتاب مصنف کے وطن عراق سے پہلے اندلس میں پڑھی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کا کوئی شہر، علاقہ حتی کہ گاؤں بھی مدرسہ، مکتب اور کتب خانے سے خالی نہ تھا۔

اس دور میں بھی کتب خانے دو قسم کے تھے۔ عام (یعنی پبلک لائبریری) اور خاص (پرائیوٹ لائبریری) خلفاء، امراء، وزراء، علماء اور دولتمند حضرات پبلک لائبریری قائم کر کے اس کے لئے مخصوص طرز کی عمارت تعمیر کرتے تھے۔ ان عمارتوں کی نوعیت یہ ہوتی تھی کہ متعدد کمرے بنا کر انھیں گیلریوں سے جوڑ دیا جاتا تھا۔ ہر کمرہ کسی ایک فن کی کتابوں کے لئے مخصوص کر دیا جاتا اور اس میں دیواروں کے ساتھ الماریاں رکھی جاتی تھیں۔ اور کتابیں منظم و مرتب طور پر لگا دی جاتیں۔ علم فقہ کے لئے الگ، طب کیلئے، ادب کیلئے اور اسلامی و دینی علوم کے لئے الگ الگ کمرے ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے فنون کیلئے بھی نظم کیا جاتا تھا۔ مطالعہ کرنے والوں کے لئے ہال، کتابیں نقل کرنے والوں یعنی کاتب و خوش نویس کے لئے علیحدہ کمرے۔ ایک کمرہ موسیقی کے لئے مخصوص ہوتا، مطالعہ کرنے والے تکان یا اکتاہٹ محسوس کرتے تو اس کمرہ میں آکر کچھ دیر دل بہلاتے اور آرام حاصل کرتے۔ مسلم تہذیب کا یہ وہ امتیاز ہے جس کو کوئی اور قوم اپنا نہ سکی اور نہ اس کی مثال پیش کر سکی۔

عالمانہ بحث و تحقیق اور تبادلہ خیال کے لئے سیمینار ہال تھے۔ کتب خانہ میں مطالعہ اور استفادہ کرنے والوں کیلئے کھانے کا کمرہ اور پردیسیوں کے آرام و شب گذاری کے لئے کمرہ بنایا گیا تھا۔ اور اس میں آرام و راحت کے لئے ہر طرح کا عمدہ اور شاندار سامان مہیا کیا گیا تھا۔ وزیر علی بن یحیٰ بن منجم نے بغداد کے مضافاتی گاؤں "کرکر" میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کرایا تھا، اس میں ایک شاندار لائبریری بنائی تھی جس کو "خزانۂ حکمت" سے یاد کیا جاتا تھا۔ ہر شہر اور علاقہ سے شائقین علم آتے تھے۔ اور لائبریری سے اپنی تشنگی بجھاتے تھے۔ انھیں کتابوں کے علاوہ کھانے اور رہائش کی سہولت فراہم کی جاتی تھی۔ اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات ایک اور تھی جس کی آج کے اس ترقی یافتہ، تہذیب یافتہ، اور علم آشنا دور میں بھی ملنی مشکل ہے۔ شہر موصل میں ایک شخص ابوالقاسم جعفر بن محمد بن حمدان موصلی نامی شخص نے ایک کتب خانہ بنایا تھا جس کا نام "دار العلم" رکھا تھا اس میں ہر شخص کو آنے اور استفادہ کرنے کی اجازت تھی اور اگر کوئی غریب الوطن پردیسی علم و تحقیق کے لئے آتا اور تنگدست و پریشان حال ہوتا تو اسے کتاب کاغذ کے ساتھ نقد رقم بھی دی جاتی اور کتب خانہ روزانہ کھلا رہتا، کتب خانہ میں ممتاز اور لائق لائبریرین کے علاوہ ملازمین، ترجمہ کرنے والے، خوشنویس، کاتب اور جلد ساز ہر وقت موجود رہتے۔ ہر چھوٹے بڑے کتب خانے کی فن وار بے حد منظم فہرستیں ہوتیں۔ کتابیں باہر لے جانے کی اجازت تھی، عام لوگوں کے لئے ضمانت پیش کرنے کی شرط تھی لیکن اہل علم اور بحث و تحقیق کرنے والوں کو کوئی ضمانت نہیں پیش کرنی پڑتی تھی۔

(ماخوذ از من روائع حضارتنا)

بقیہ: اسلامی بیداری

جن کی طرف پڑھنے والوں کا دل خود بخود کھنچنے لگے، یہی معاملہ صحافت اور ذرائع ابلاغ کا ہے ہم ان دونوں میدانوں میں بھی بہت پیچھے ہیں ہم اسے فقط علاقائی کھپت اور خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ہمارے مخالفین اسے اپنے مقاصد کی تکمیل اور ذہنی تربیت کے لیے استعمال کرتے ہیں بلاشبہ یہ ایک مشکل اور محنت طلب کام ہے لیکن اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے علاوہ دوسرے لوگ ہمیں صحیح شکل و صورت میں پہچان سکیں اور اس بات کے قائل ہو جائیں کہ اسلام آج کی موجودہ زندگی میں ہمارا ساتھ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے تو ہمیں ان چیزوں کا اختیار کرنا لازمی ہے اس میں شک نہیں کہ ہم مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو حقیقی اسلام کی طرف لانے اور اسلامی قوانین کو زندگی کے ساتھ منطبق کرنے کے سلسلہ میں انھیں بیدار کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور یہ ایک قابل اطمینان بات ہے اس کا فائدہ اور بہتر نتیجہ بہت جلد ہمارے سامنے آئے گا ہم سے اس طاقت بحال کرنے والے میدانوں میں بڑی کوتاہی ہوئی ہے جو اسلامی زندگی کے قیام کے لیے ضروری ہے جس کی وجہ سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں مسلمانوں کے فکری رہنماؤں کی اسلامی بیداری کے لیے کی گئی کوششیں رائگاں نہ چلی جائیں اور یہ پہلو بھی اتنا اہم ہے کہ اس کی جانب توجہ دینے کی بڑی ضرورت ہے جب ہم اس کی طرف توجہ دیں گے تب اسلامی بیداری کی ہماری یہ کوششیں برگ و بار لائیں گی اور ایک ہمہ گیر اور لوگوں میں مقبول اسلامی نظام قائم ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ الخ"

(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو۔

تصحیح: گذشتہ ۲۵ دسمبر ۹۲ء، ۱۰ جنوری ۹۳ء کے شمارے میں صفحہ ۳ پر تبصرہ کے کالم میں کتابوں کے ملنے کا پتہ رہ گیا تھا جو درج ذیل ہے۔
۱۔ کتاب: موجودہ مسائل کا شرعی حل۔ پتہ: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ
۲۔ کتاب: تبیین المنطق شرح اردو تیسیر المنطق۔ پتہ: مکتبہ خلیلیہ محلہ مفتی سہارنپور

اسلامی بیداری کے لئے علمی و نشریاتی جد و جہد کی ضرورت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر شعبہ عربی ادب دار العلوم ندوۃ العلماء
ترجمہ: جمال احمد اعظمی عالیہ ثانیہ شریعہ

مغربی تہذیب و تمدن سے مرعوب و متاثر اکثر و بیشتر لوگ اسلام سے خوف محسوس کرتے ہیں اس لیے کہ اسلام کے متعلق ان کی معلومات کا دائرہ مرد و عورت کے چند مسائل تک محدود ہے اور انھیں ان سہولتوں اور حقوق کا علم نہیں جو اسلام اپنے ماننے والوں کو مختلف شعبہائے حیات میں انھیں عطا کرتا ہے حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کے اختیار کرنے اجازت ملتی تو آپ آسان و سہل کو اختیار فرماتے اور مشکل کو ترک فرما دیتے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

إن لنفسك عليك حقاً وإن لزوجك عليك حقاً وإن لعينك عليك حقاً۔

(تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے)۔

اسلام اپنے پیروکاروں کو ماکولات و مشروبات میں سے پاکیزہ اور طاہر کے استعمال کی مکمل آزادی دیتا ہے اور اللہ نے رزق حلال سے فائدہ اٹھانے کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ۔

پوچھو تو کہ زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں جو خدا نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے۔

لیکن مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادہ لوگ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور اگر کچھ جانتے بھی ہیں تو ان کا یہ جاننا نہ جاننے کے برابر ہے کہ ان کو یہ سہولیات کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں؟ اسی بنا پر وہ اسلام سے خوف زدہ ہیں اور اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب تک ہم اسلام کے سلسلہ میں ان کے اس خوف اور ناپسندیدگی کو دور کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور اس راہ میں کوتاہی کرتے رہیں گے یہ بات پیش آتی رہے گی کہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے بلکہ ہم اسلام کے داعیوں اور اس سے راہ فرار اختیار کرنے والوں کے درمیان آپسی کشمکش اور رنجشوں سے بھی دوچار ہوں گے۔

موجودہ زمانہ ایجادات و انکشافات کا زمانہ ہے اور آج رہنمائی اور پیغام رسانی اور اس کو دل و دماغ میں راسخ کرنے کے وسائل و آلات ایجاد ہو چکے ہیں اور غیر مسلم اس کو اپنے غلط مقاصد کے لیے خوب استعمال کر رہے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے اپنی تحقیقات و تالیفات اور اپنے نظام تعلیم اور نشریاتی اداروں کے ذریعہ لوگوں کے ذہنوں کو بگاڑ دیا ہے اور ان کے ذہنوں میں مذہب اسلام، شریعت اسلامی اور محمد ﷺ سے نفرت پیدا کر دی ہے، جب ہم کسی غیر اسلامی ملک کا سفر کرتے ہیں تو یہ دیکھتے ہیں کہ لوگوں میں کتابچے اور پمفلٹ تقسیم کر کے اور مکاتب و مدارس کا جال بچھا کر یہ مہم خوب چلائی جا رہی ہے۔

اور جب ہم ان کتابی ذخیروں کو دیکھتے ہیں جن سے اسلام اور اسلامی تاریخ، اسلامی شریعت پر روشنی پڑتی ہے اور اس کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو محسوس کرتے ہیں کہ حقائق کو خلط ملط کر کے پیش کیا گیا ہے اور تحریف کی گئی ہے اور ان کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اسلام جہالت پر مبنی ایک پسماندہ مذہب ہے اور وہ زندگی کے مسائل کا ساتھ نہیں دیتا اور اس میں زمانہ کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں ہے اس میں خواہشات نفس کی تکمیل کے لیے متعدد بیویوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے اور شوہر کی نافرمانی کرنے کی صورت میں اس پر ظلم ڈھایا جاتا ہے اور مارا پیٹا جاتا ہے، ہم کو سیرت رسول ﷺ پر لکھی گئی ایک کتاب کو بغور دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کا مؤلف مشرقی علوم کا ماہر عالم ہے اس میں اس نے اپنی تحقیق اور مطالعہ کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ محمد ﷺ ایک غریب ملک میں پیدا ہوئے تھے اس لیے اپنے قبیلہ کو اور اسی کے ساتھ ساتھ سارے عرب کو فقر و فاقہ کی زندگی سے نکال کر دولت و ثروت کی طرف لانے کی کوشش کی اور مؤلف نے ایسے دلائل سے استدلال کیا ہے جس سے سادہ لوح لوگ دھوکہ کھا جائیں اور اس کتاب میں یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ محمد ﷺ صرف ایک سیاسی لیڈر یا قومی قائد تھے اور جس وقت ہم کسی غیر اسلامی ملک میں جاتے ہیں اور وہاں کے لوگوں سے اسلام کے متعلق کچھ ذکر کرتے ہیں تو وہ اپنی ناقص معلومات اور بدگمانیوں کی وجہ سے حیرت زدہ رہ جاتے ہیں، وہ لوگ اپنی بدگمانیوں کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ اسلام اپنے پیروکاروں کے ساتھ مشکل ترین اور انتہا پسندانہ رویہ اختیار کرتا ہے اور ان کے ذہنوں میں یہ تصور جاگزیں ہوتا ہے کہ اسلام ایک تنگ نظر دین ہے اور پسماندہ دور کی طرف لوٹنے کا حامی ہے اور یہ مذہب عصر حاضر سے بالکل مناسبت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کا ساتھ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے یہ تو غیر مسلم ممالک کی حالت تھی لیکن جہاں تک ان ممالک کا تعلق ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں انھیں قیادت و سیادت حاصل ہے وہاں بھی موجودہ ثقافت اور تہذیب و تمدن کے پروردہ لوگوں کی کثیر تعداد ہے جن کے ذہنوں میں اس سے ملتے جلتے تصورات موجود ہیں۔

اس طرح کی صورت حال پیدا ہونے میں ہماری کوتاہیوں اور ہماری غلطیوں کا بڑا دخل ہے کہ ہم نے صحیح صورت حال کا جائزہ نہیں لیا اور اس میں اس بات کو بھی دخل ہے کہ ہم نے اس بات کی طرف بہت کم توجہ دی ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں اسلام سے بدگمانی ہے ان کے سامنے اسلام کی سچی تصویر اور اس کی روشن تاریخ کو اس کی نفع بخش شکل میں پیش کریں ہم نے اسلام سے ناواقف لوگوں کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرنے والے پمفلٹ اور کتابچے بھی ان کو پہونچانے کی کوشش نہیں کی اور نہ اس بات کی فکر کی کہ غیر مسلم حلقوں میں ایسے سیمینار کیے جائیں جن سے اسلام سے ناواقف لوگوں پر اسلام کا امتیاز اور تفوق جو اسے دوسرے مذاہب پر حاصل ہے روشن اور عیاں ہو جائے اور یہ بات بھی ان کے سامنے آشکارا ہو جائے کہ مذہب اسلام فطرت انسانی سے کس قدر قریب ہے اسی طرح ہم نے غیر اسلامی ممالک اور اسلامی ممالک میں ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنے کی طرف توجہ نہیں دی اور اس میدان میں ہماری جد و جہد نہ ہونے کے برابر ہے، ہم اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل میں بے انتہا روپے صرف کر دیتے ہیں لیکن اجتماعی مصالح اور دعوتی اغراض اور ادبی و علمی وسائل پر بہت کم خرچ کرتے ہیں اور جہاں تک تعلیمی میدان کا مسئلہ ہے تو اس میں ہمارے ان فارغین کی تعداد جو کسی علمی اور انتظامی شعبہ میں کوئی اہم ذمہ داری سنبھال سکیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو اسلامی احکام کا صحیح علم ہو اور اسلام کی روحانیت سے واقف ہوں اور بقدر ضرورت ان کے اندر علمی لیاقت کی صلاحیت بھی موجود ہو ان کے مقابلہ میں بہت کم ہے جو مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں اور اداروں سے فارغ ہوتے ہیں ان میں سیکڑوں اور ہزاروں مختلف میدانوں کے ماہر ہوتے ہیں اس کے باوجود کہ انھیں نہ تو اسلام پر اعتماد ہے اور نہ ہی وہ اس کے احکام اور اس کی اصل روح سے واقف ہیں، ہم اپنی کوششیں ان انشاء پردازوں اور مصنفین پر کیوں نہ صرف کریں جو علمی اور ادبی تحقیقات کا کام انجام دیں اور بہتر علمی اسلوب اور فصیح و بلیغ زبان میں کتابیں تصنیف کریں جن کو اہل زبان پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں اور پڑھنے میں بھی بھلی معلوم ہوں اور اس میں وہ لوگ اسلامی حقائق کو دلکش و پر اثر پیرایہ اور اچھے اسلوب میں پیش کریں

عجب حالت ہے زندانِ جہاں کی

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

ہندوستان جہاں آج کشت وخون جاری ہے، ہرطرف آہ وبکا کی صدائیں، دلخراش سسکیاں، دلدوز مناظر کی ہرطرف بر چھائیاں، جلی ہوئی لاشیں اور تعفن سے بھری ہوئی گلیاں، مکانوں اور دکانوں سے اٹھتے ہوئے شعلے اور چڑھتے ہوئے دھوؤں کے خوفناک مرغولے اگر کسی چیز پر دلالت کررہے ہیں تو یہ کہ ہندوستان جسے جنت نشاں کہا جاتا تھا، آج جنت سے آئی ہوئی انسانیت سسک رہی ہے، بلک رہی ہے۔ درندگی ہر سو رقصاں اور وحشت کی تلوار حق وانصاف کا گلا کاٹ رہی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بربریت کو انتظامیہ نے بھی ہری جھنڈی دکھادی ہے، بمبئی اور احمد آباد کے خون آشام واقعات سے ان خدشات کو بڑی تقویت ملتی ہے اور یہ سب کچھ منظم اور منصوبہ بند طریقہ پر مسلمانوں کے خلاف کارروائی ملک کے طول وعرض میں جاری ہے، مسلمان اس وحشت وبربریت کو کھلی آنکھوں دیکھ کر دم بخود ہے، ستم ظریفی یہ ہے کہ صحیح معنوں میں احتجاج بھی نہیں کرسکتا ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیوں؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ یہ امتیازی سلوک کیوں ہورہا ہے، وہ اسی دیس کے باسی ہیں، اسی دھرتی پر پیدا ہوئے ہیں، جنگ آزادی میں ان کا بڑا حصہ ہے، اور تہذیب وتمدن پر انھوں نے بڑا گہرا اثر چھوڑا ہے باوجود اس کے وہ اپنے ہی ملک میں اجنبی کیوں؟ جبکہ اقلیتوں کے دیگر فرقے بھی یہاں پائے جاتے ہیں۔ ان کو کوئی نہیں چھیڑتا۔ ان پر سب وشتم کے تیر نہیں چلائے جاتے، ان کی املاک کو تباہ نہیں کیا جاتا، ان کو مسلسل ذہنی انتشار میں مبتلا نہیں رکھا جاتا۔ ان کو روحانی اور جسمانی اذیتوں سے اس حد تک دوچار نہیں ہونا پڑتا لیکن ایک ہم ہیں کہ کرب واندوہ وغم کی ارزانی ہمارے لیے ہے، معاشی طور پر ہمیں مفلوج بنایا جارہا ہے، اور تعلیمی میدان میں تو آخری لائن کو بھی ہمارے لیے برقرار رکھنا مشکل ہورہا ہے، آخر یہ کیوں ہے؟ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ اس کا جواب ہر شخص چاہتا ہے، اور جواب دینے والے سیاسی بازیگروں سے لے کر سماجی کارکن اور مختلف مکتب فکر کے لوگ ہیں، لیکن ہر ایک کا جواب مختلف اور ہر ایک کی سوچ جداگانہ ہے، کرب ہر ایک محسوس کررہا ہے لیکن مرض کی تشخیص مشکل سے مشکل تر معلوم ہوتی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ حالات کچھ اس طرح کروٹیں لے رہے ہیں کہ توازن سنبھالنا مشکل ہورہا ہے، اور عدم توازن کی صورت میں نہ ذہن تعمیری ہوتا ہے نہ فکر سنجیدہ اور متین، بلکہ غیر سنجیدگی اور جذباتیت کا غلبہ ہوجاتا ہے اور پھر ہر چیز میں عمل اور رد عمل کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

مسلمان اس ملک کے خادم ہیں

برصغیر ہند میں مسلمان آج صدیوں سے آباد ہیں، کبھی یہ سرزمین ان کے حاکمانہ طمطراق اور شکوہ ترکمانہ کا آئینہ دار تھی اور پھر ایک ایسا بھی دور آیا جب وہ محکومی کی آہنی زنجیروں میں کس دیئے گئے، ان کی سلطنت کا جاہ وجلال جاتا رہا، ان کے امتیازات وتشخصات کو پامال کیا گیا۔ نوجوانوں کو دار ورسن اور قید ومحن کی سوغات پیش کی گئی۔ اور تقریباً ایک صدی تک یہ سلسلہ جاری رہا، لیکن یہ جانباز مسلم قوم ہے جس نے گھٹنے نہیں ٹیکے، رحم وکرم کی بھیک نہیں مانگی، میدان کارزار میں طاقت کا تناسب جب کمزور نظر آیا تو تعلیمی، فکری، ثقافتی اور دینی محاذوں پر اس نے اپنی بیدار مغزی، اولوالعزمی، دلیری، اور فراخ دلی اور عقل سلیم اور فہم مستقیم کا ثبوت پیش کیا، اور دین کی امانت ضائع نہیں ہونے دی، اور اسلامی ثقافت کی روح کو زندہ اور توانا رکھا، اگر ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے حالات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کو کتنے سخت ترین حالات کا سامنا تھا، لیکن دلیری اور اولوالعزمی نے دشمن انگریزوں کو رخصت ہونے پر مجبور کردیا۔ یہ خالص فیض ہے اس مسلسل محاذ آرائی کا جس کی ابتدا حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد سے ہوتی ہے اور پھر اس جذبہ کو تحریک خلافت نے دوآتشہ کردیا اور اسی کی گرمی سے کانگریس کو بھی زندگی نصیب ہوئی۔ ملک آزاد ہوا، کانگریس نے آزادی کا خراج وصول کیا اور آج تک کررہی ہے لیکن شاید وہ بھولتی جارہی ہے کہ آزادی کا خراج آزادی کا طالب ہے اگر کسی قوم یا فرقہ کی آزادی کو اس کے بنیادی حقوق کو سلب کیا جائے گا تو پھر آزادی کا خراج گلے کا طوق نہیں بیڑی زنجیر ثابت ہوگا۔

بہرکیف یہ بات توسیاست کے بازیگروں کو سمجھنی چاہیے، اور انھیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ بین الاقوامی سطح پر جو ملک کی شہرت "سیکولرزم" کو بٹہ لگ رہا ہے، اس کو بچایا جاسکے۔ اور راجودھیا جیسے حالات پھر نہ پیدا کیے جائیں، اور نہ اس کے مواقع دیئے جائیں ملک کی ترقی واستحکام اسی میں مضمر ہے، اور اس کی شہرت کی اصل وجہ یہی قرار دی جاسکتی ہے، دوسری شکل انارکی اور انتشار کی ہے جس میں کوئی مفید نتیجہ خیز کام انجام نہیں پاسکتا۔

اللہ کی گرفت سخت ہے

اس کو نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ احکم الحاکمین ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اس کی پکڑ بڑی سخت ہے "اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ" بیشک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، لیکن وہ موقع دیتا ہے کہ ظالم ظلم سے باز آجائے، اور حق وانصاف کی راہ اختیار کرے، اگر ایسا نہیں کرتا تو اس کا فرمان یہ بھی ہے "وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا" جنھوں نے نافرمانی کی ہے وہ ہرگز نہ گمان کریں کہ یہ جو ہم انھیں مہلت دے رہے ہیں ان کے حق میں بہتر ہے مہلت تو صرف اس لیے دی جارہی ہے تاکہ مزید گناہوں میں مبتلا ہوں اور ان کے لیے رسواکن عذاب ہے۔ کہیں یہ فرمایا "فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" تو آپ ہرگز نہ گمان کریں کہ وہ عذاب سے بچ نکلیں گے۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

قانون الٰہی

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون کائنات میں جاری وساری رہا ہے، کتنے باجبروت اس دنیا میں آئے لیکن ان کا غرور وپندار دھوئیں کی طرح فضاؤں میں تحلیل ہوکر ختم ہوگیا۔ نمرود، فرعون، شداد، ہٹلر، مسولینی اور نہ جانے کتنے اس قماش کے افراد اور حکومتیں معرض وجود میں آئیں لیکن سب صفحۂ ہستی سے غازہ کی طرح دھل کر صاف کردی گئیں یا جھاگ کی طرح سوکھ کر پامال ہوگئیں "فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً" تو رہا جھاگ تو ختم ہوجاتا ہے، لیکن ظلم نہ رہا اور انسانیت کے خادم اور اس مالک کے حکم بجالانے والوں کو روئے زمین میں زوال نہیں۔ "وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ" اور رہی وہ چیز جو لوگوں کے لیے مفید ہوتی ہے تو زمین میں ٹھہر جاتی ہے" اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس دنیا میں یہی نظام ہے، جس کا انطباق قوموں، جماعتوں اور افراد انسانی سب پر یکساں ہوتا ہے اس کی خلاف ورزی کی صورت میں قوموں کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، اور حکومتیں ٹوٹ جاتی ہیں، اور جمعیتیں تباہ وبرباد ہوجاتی ہیں اور طاقت کا چڑھتا ہوا نشہ بڑی جلدی اتر جاتا ہے لہٰذا ہر حال میں اس قانون الٰہی کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اور یہ سمجھنا چاہیے کہ ظلم کی چکی دیر تک نہیں چلتی ہے

ظلم تو ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے گرتا ہے تو جم جاتا ہے

مظلوم کی آہوں سے ڈرنا چاہیے۔ وہ تیغ وتفنگ سے زیادہ تباہ کن، فیل دبلنگ سے زیادہ ہیبت ناک، برق ورعد سے زیادہ کڑک دار اور سوزاں اور طوفانوں سے زیادہ خوفناک اور تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ اس کی زد سے وہی باقی رہ سکتے ہیں جو انسانیت کے خادم ہوں۔

ہماری ذمہ داریاں

آج اس ملک کو اس کی ضرورت ہے کہ اسے انسانیت کا بھولا ہوا درس یاد دلایا جائے، اور ظاہر ہے کہ یہ کام بہرحال اسی قوم کو کرنا ہے جس کی بعثت کا مقصد یہی ہے، اور جس کی ترقی کی ضمانت بھی اسی میں مضمر ہے:

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ"

تم ایسی بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔

لہٰذا ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم اپنے اس فرض منصبی کو کہاں تک ادا کررہے ہیں برصغیر ہند میں اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو ہماری کارکردگی اس اعتبار سے بڑی افسوسناک ہے۔ حالت تو یہ ہے کہ ہم دوسروں کے لیے افادہ کا ذریعہ کیا بنتے اپنی حالت سے ہم خود شرمندہ ہیں۔ کون سی وہ برائی ہے جو ہمارے معاشرہ کو سرطان کی طرح اپنی گرفت میں لیے ہوئے نہیں ہے، اور جب برائی عام ہوجاتی ہے تو اس کے بڑے ہولناک نتائج سامنے آتے ہیں۔ اس کی زد سے اہل صلاح وتقویٰ بھی نہیں بچ پاتے حضرت ام سلمہؓ نے ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی حیرت سے یہ استفسار فرمایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم اہل صلاح (نیک لوگوں) کے ہوتے ہوئے کیا ہلاک وبرباد کیے جائیں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب تھا ہاں، جب برائیوں کی کثرت ہوجائے۔ "أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ؟ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ" ترمذی

لہٰذا آج ہمیں اس ناحیہ سے غور کرنا چاہیے۔ اور بڑی لجاجت سے ان لوگوں کو جو بے راہ روی کا شکار ہیں، اللہ تعالیٰ کی طاعت وفرمانبرداری کی طرف لانے کی فکر کرنی چاہیے۔ المیہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے حالات پیش آتے ہیں تو تھوڑی سی دل کی زمین نرم ہوتی ہے مسجدوں کا رخ لوگ کرنے لگتے ہیں لیکن حالات کے نارمل ہوتے ہی پھر وہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اور احساس زیاں بھی بسا اوقات نہیں ہوپاتا ہے

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

عبرتناک مثالیں

اس سلسلہ میں بڑی عبرتناک مثالیں سامنے آئی ہیں جو ہر اہل فکر کے لیے تازیانۂ عبرت سے کم نہیں۔ ایک مسلم اکثریت کا شہر جہاں بڑی تعداد میں مدارس اور اہل صلاح پائے جاتے ہیں وہاں کے تعلق سے معلوم ہوا کہ ۶ر دسمبر کے حادثہ کے بعد مسلمانوں میں خاص انابت کی کیفیت دیکھنے میں آئی، مسجدیں ہر نماز میں بھرنے لگیں، سنیما ہالوں کی حالت اتنی خراب ہوگئی کہ انھیں بند کرنا پڑا لیکن چند روز کے بعد جب حالات معمول پر آنے لگے تو وہاں کے بااثر لوگوں نے سنیما ہالوں کے غیر مسلم مالکوں کو پھر سے پروگرام شروع کرنے پر زور دیا نتیجۃً مسجدوں کی صفیں ٹوٹ کر ہالوں کا رخ کرنے لگیں، کس قدر افسوسناک بات ہے، ابھی چند روز پہلے شہر کے ایک محلہ سے گذر ہوا، دو آدمی ایک نوجوان اور ایک شخص ادھیڑ عمر کا تھا آپس میں گتھم گتھا نظر آئے، ادھیڑ شخص نے نوجوان کو پٹخ دیا۔ لوگ دور سے کھڑے یہ منظر دیکھتے رہے اور دونوں لڑتے رہے معلوم ہوا کہ دونوں مسلمان ہیں اور دونوں شراب پی کر ہوش حواس کھو بیٹھے ہیں ان حالات میں جب کشیدگی بڑھتی جارہی ہے، ہماری تباہی کے منصوبے بنائے جارہے ہیں، ملک کی دہشت گرد تنظیمیں دن رات ہمارے خلاف سرگرم عمل ہیں، اور ہماری تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت کیسے آئے گی اور کس طرح ظالموں پر غیبی تازیانے برسائے جائیں گے۔

آج ان حالات میں بھی کسی چوراہے پر کھڑے ہوجائیے تو پھر معلوم ہوگا کہ لاٹری ٹکٹوں کی خرید وفروخت میں مسلمانوں کی کتنی بڑی تعداد اپنی گاڑھی کمائی کو داؤں پر لگائے ہوئے ہے۔ جب کہ اسلام مخالف طاقتیں اس منصوبہ پر کاربند ہیں کہ مسلمانوں کو ایسے ہی خبیث وناپاک کاموں میں لگایا جائے۔ چنانچہ لاٹری کی گرم بازاری اگر آپ دیکھیں گے تو خاص طور پر مسلم محلوں کے چوراہوں اور نکڑوں پر دیکھیں گے کاش اتنا پیسہ مسلمان صحیح مصرف میں خرچ کرتے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت اور صحت وقوت کے حصول پر صرف کرتے۔ کمزوروں کی خبرگیری کرتے اور اتحاد ویگانگت کے ساتھ طویل اور خاموش منصوبہ بندی کرتے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ کرتے کچھ نہیں لیکن شور زیادہ مچاتے ہیں اور اس طرح دوسروں کو خواہ مخواہ کے لیے اپنے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا کردیتے ہیں، اس کی ہمیں ضرور فکر کرنی چاہیے کہ ہمارا معاشرہ صحت مند وتوانا ہو۔ نوجوان حوصلہ مند اور دلیر ہوں، ملک کی سالمیت کے لیے قوت بازو کی ضرورت ہو تو ہمارے نوجوان مدد کی بہترین پوزیشن میں ہوں، ظالم کے خلاف نبرد آزما ہونے کا موقع آجائے تو حوصلہ، دلیری اور بے باکی سے اس کا منہ توڑ جواب دیں۔ ان سب محاذوں پر ملک وملت کے لیے مفید ثابت ہونے کے لیے قرآن پاک کا یہ پیغام ہے: "وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ" اپنی طاقت بھر تیاری کرتے رہو" اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف" طاقتور مومن بہتر اور اللہ کی نظر میں پسندیدہ ہے اس مومن سے جو کمزور وضعیف ہو۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو مخاطب کرکے فرمایا: "ارموا یا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیا" تیراندازی سیکھو بنی اسمٰعیل تمہارے باپ اسمٰعیل بڑے اچھے تیرانداز تھے۔

آج ہمارے نوجوانوں کا حال اس کے برعکس ہے راگ رنگ کے متوالے، فلموں کے دیوانے، جوا، سٹہ، شراب، لاٹری اور منشیات کے رسیا، آوارہ گردی، بے راہ روی، بے شعوری، احساس کمتری بزدلی ان کا شعار ہوتا جارہا ہے۔ ظاہر ہے ایسے نوجوانوں سے ملک وقوم کی کیا خدمت ہوسکتی ہے ان کا عمل اور رد عمل جو بھی ہوگا وہ منفی ہوگا۔ مثبت اقدام کے لیے سیرت وکردار کی پختگی اور تعلیم کی رہنمائی ضروری ہے۔ کاش اس پر توجہ دی جائے اور مزید تباہیوں سے بچا جاسکے۔ لوگوں کو دین کی طرف دعوت دی جائے۔ اصلاح معاشرہ کی فکر کی جائے۔ اور تحفظات کی ممکنہ اور جائز حقوق سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ دلیری اور عزم وحوصلہ سے کام لیا جائے خود سے کوئی نامناسب اقدام قطعاً نہ کریں لیکن کسی ظالم یا دہشت گرد کے مقابلہ میں قطعاً ہراساں نہ ہوں۔ موت صرف ایک دفعہ آئے گی اور موت کا پھندا پیدا ہونے ہی سب کی گردنوں میں پڑ چکا ہے۔ لیکن مومن کے لیے موت ایک تحفہ ہے یا محبوب سے ملنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے

عجب حالت ہے زندانِ جہاں کی
یہاں ہر عمر کا قیدی دکھی ہے
تعین موت کا مخفی ہے ورنہ
سزائے موت سب کو ہوچکی ہے

بقیہ: شب برات

کرنا چاہیے۔ مال ودولت اللہ کی نعمت ہے اس کا حساب دینا ہوگا۔ لہٰذا آتش بازی میں پیسہ ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ آتش بازی میں پیسہ لگانا فضول خرچی ہے۔ اور فضول خرچی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے ہیں خصوصاً موجودہ حالات میں جب امت کا ایک طبقہ فرقہ وارانہ فساد کی زد میں آکر نان شبینہ کا محتاج ہے کتنی بیواؤں کی آہیں اور کراہیں فضا میں چیخ وپکار رہی ہیں، کتنوں کی دکانیں جلادی گئی ہیں اور وہ حسرت ویاس کے عالم میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں کہ کاش کوئی مدد کے لیے آئے۔ ایسے حالات میں اگر کوئی فضول خرچی کرتا ہے تو ملت اسلامیہ کا وہ ظالم فرد ہے۔ اس کو اس پر غور کرنا چاہیے۔ اس مبارک رات میں توبہ کرنا چاہیے، دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ ابتہال وتضرع کے ساتھ رو رو کر اس رات میں دعا کریں۔ اگر پوری رات جاگنا مشکل ہو تو شروع رات میں نماز وتلاوت کا اہتمام کریں، صلوٰۃ التسبیح کا اگر اہتمام کریں تو بہتر ہے اور اگر یہ خیال کریں کہ یہ راتیں ہمیشہ میسر نہیں آنے والی ہیں لہٰذا قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور عمل کے جذبہ سے سرشار ہوکر اللہ کے حضور میں کھڑے ہوجائیں

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سایہ تلے
حشر تک سونا پڑے گا خاک کے سایہ تلے

نادان مکھی کا غرور

مصطفےٰ صادق الرافعی ــــــ ترجمہ: شمس الحق ندوی

کتابوں میں ایک قصہ منقول ہے جو بڑا دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی۔

کہتے ہیں ایک کالی مکھی نہایت درجہ بے وقوف تھی ایسی کہ اگر وہ روشنائی کا قطرہ بن جاتی تو اس سے حماقت و بیوقوفی ہی کا لفظ لکھا جاسکتا تھا یہ تھی اس کی حماقت کی انتہا۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ یہ مکھی ایک بہت موٹی کالی کالی حبشی عورت کے چہرے پر جا بیٹھی اور اپنے سے اس کا موازنہ اور مقابلہ کرنے لگی، اور پھر بولی کہ دنیا کا کوئی نظام و قانون نہیں ہے جو کچھ ہو رہا ہے ایک امر اتفاقی کے طور پر محض لغو اور بے کار ہو رہا ہے، انبیاء نے لوگوں سے جو کچھ کہا ہے لغو محض اور سراسر جھوٹ ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو بھلا میں اور یہ موٹی اور بڑی مکھی جس پر میں سوار ہوں دونوں برابر کیسے ہوتیں یہ عالم کے بے نظام اور کیف ما اتفق ہونے کی سب سے بڑی دلیل اور ثبوت ہے۔

ایسے ہی ایک رات اس نادان مکھی نے آسمان کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ ستارے جگمگا رہے ہیں ان کے درمیان چاند دمک رہا ہے، یہ منظر دیکھ کر بولی کہ دنیا کے بے نظام ہونے دینوں اور مذاہب کے غلط ہونے اور اتفاقات کے مہمل ہونے کی یہ دوسری دلیل ہے۔ دین و ایمان عین بے دینی اور الحاد ہے۔ ورنہ یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ہم کو زمین پر رکھا گیا اور سفید مکھیوں اور ان کی ملکہ کو آسمان میں رکھا گیا۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ یہی نادان مکھی کسی کسان کے گھر جا پہونچی اور ادھر ادھر اڑتی رہی کہ اتنے میں چراگاہ سے کسان کی گائے واپس آئی، مکھی اس کو دیکھ کر حیران رہ گئی اور اڑ کر اس کے منہ پر جا بیٹھی اسے رکھ دو بیٹھی تو شام تک بیٹھی ہی رہی۔ جیسے کسی کام میں مشغول ہو۔ جب شام ہوئی تو کہنے لگی دنیا میں روزی کی تقسیم میں بد نظمی کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے، دیکھئے نا کہ ان دونوں مکھیوں نے اس گائے کے منہ میں دو سوراخ کر لیا ہے اور اس میں بیٹھ کر اس کی چربی کھا رہی ہیں اور موٹی ہو ہو کر بڑھتی جا رہی ہیں اور ان مکھیوں کے بارے میں لوگوں کی لاعلمی اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ ان دونوں مکھیوں کو جو اس گائے کے منہ میں سوراخ کر کے اپنی کمین بنا کر بیٹھ گئی ہیں اور اس کی چربی کھا رہی ہیں ان کو گائے کی آنکھ کہتے ہیں۔ میں آج دن بھر ڈنک مارتی، اور نوچتی رہی کہ میں بھی اسی طرح سوراخ کر کے بیٹھ اور اطمینان سے اس کی چربی کھاؤں اور ان دونوں مکھیوں کی طرح میں بھی ہو جاؤں، مگر میں تو ایک بال بھی نہ اکھاڑ سکی، تو بھلا ہماری روزی اور ان دونوں مکھیوں کی روزی انصاف میں دونوں برابر کیسے ہو سکتی ہیں۔

اس کے بعد اس مکھی نے دیکھا کہ ایک گوبرا گوبرا اور گندگی میں رینگ رہا ہے۔ بولی! یہ کفر کی کوئی دلیل نہیں کہ میں اپنے کو اس سے بہتر سمجھوں، کیونکہ میرے پر ہیں اور اس گوبرے کے پر نہیں، میں ہلکی پھلکی پھرتیلی ہوں اور یہ سست رفتار و بوجھل بوجھل سا، یہ تو جیسے بہت پرانی اور قرون اولیٰ کی مکھی ہو، یہ بڑی بے وقوف و نا سمجھ تھی جبلی پھرتی نہیں، حرکت نہیں کیا کہ اس میں بھی پر پیدا ہو جاتے، پھر اس نے ذرا کان لگا کر سنا تو سنا کہ ایک گوبرا باتیں کرتے ہوئے دوسرے گوبرے سے کہہ رہا ہے۔ اگر مخلوق اپنی خواہش کے مطابق چیز نہ پائے تو جس طرح چاہے ناشکری کرے۔ افسوس ہم لوگ اس ڈیل ڈول والی بھینس کی طرح بھینس کیوں نہ بن گئے، ہم میں اور اس میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ بھینس کو ڈرانے والا مل گیا اور ہم کو نہیں ملا۔

گوبرے کی بات سنکر مکھی بولی یہ تو اس کے عقل مند ہونے کی دلیل ہے اب اس۔ کہ دھیرے دھیرے اور بوجھل ہو کر چلنے کی وجہ سمجھ میں آئی، اس کے سست ہونے اور دھیرے دھیرے چلنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ کمزور اور تھکا سا ہے بلکہ وہ باوقار ہے وہ اپنے افکار عالیہ کی وجہ سے بھاری بھاری اور بوجھل سا معلوم ہوتا ہے، یہ تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عقلمند ہے، گوبرے کی اس حقیقت کو سب سے پہلے ہم نے معلوم کیا ہے، کہ اس کے سست رفتار ہونے کا سبب اس کی کمزوری اور سستی نہیں بلکہ اس کی عقل و وقار ہے۔

پھر کیا تھا مکھی اپنی بھن بھناہٹ سے میں، میں، میں، سب کچھ میں، محقق میں، عقل مند میں، ہمچو من دیگرے نیست۔ ایسے بھن بھنائی ایسے بھن بھنائی کہ آسمان سر پر اٹھا لیا۔ ابھی چند لمحے بھی نہ گذرے تھے کہ اس احمقانہ الحاد و بے دینی کا قلع قمع کرنے حقیقت آ پہنچی، یہ مکھی اپنی ساری خودپسندی، انانیت، غرور و گھمنڈ کے تیور کے ساتھ دیوار پر بیٹھی تھی اور پر ہلا ہلا کر تیور بدل بدل کر مٹک رہی تھی، ایک دو چھر کھائے تھے اور خود بینی میں مست اپنے بازو کو بازو سے رگڑ رہی تھی کہ اتنے میں بطخ کا چھوٹا سا بچہ جو ابھی کل ہی انڈے سے نکلا تھا مکھی سے قریب ہوا اپنی چونچ بڑھائی اور مکھی کو اپنی چونچ میں دبا لیا۔ جب چونچ بند ہوئی تو مکھی پر ساتوں طبق روشن ہو گئے اور کہنے لگی۔ میں ایمان لائی کہ جس نے بطخ کو پیدا کیا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

یوم جمہوریہ ۲۶ جنوری

جن کے ذکر سے انسانیت کو عار آئے

جگر مراد آبادی مرحوم

خدا کرے کہ یہ دستور ساز گار آئے
جو بے قرار ہیں اب تک انھیں قرار آئے

بہار آئے اور اس شان کی بہار آئے
کہ پھول ہی نہیں کانٹوں پہ بھی نکھار آئے

وہ سر خوشی ہو کہ خود سر خوشی بھی رقص کرے
وہ زندگی ہو کہ خود زندگی کو پیار آئے

کھلے جو پھول تو دے جسم نازکی خوشبو
کلی اگر کوئی چٹکے صدائے یار آئے

چمن چمن ہی نہیں جس کے گوشے گوشے میں
کہیں بہار نہ آئے کہیں بہار آئے

یہ میکدہ کی، یہ ساقی گری کی ہے توہین
کوئی ہو جام بکف، کوئی شرمسار آئے

خلوص و ہمت اہل چمن پہ ہے موقوف
کہ شاخ خشک میں بھی پھر سے برگ و بار آئے

جنون عشق ہو صالح اگر، تو ممکن ہے
کہ پھر اس اجڑے گلستاں میں بھی بہار آئے

مذاق عشق بدل دے مزاج کون و مکاں
دلوں تک آئے جو غم بھی تو خوشگوار آئے

نظام خلق و مروت کبھی جو برہم ہو
نگاہ لطف و محبت بڑھے سنوار آئے

دلوں پہ نقش نہ رہ جائے کوئی نفرت کا
یہ فتنہ بن کے نہ آشوب روزگار آئے

برائی کرنے سے پہلے ہی کاش انساں کو
نظر ہر ایک بدی کا مآل کار آئے

وہ حادثات زمانہ سے محو ہو جائیں
کہ جن کے ذکر سے انسانیت کو عار آئے

نمائشی ہی نہ ہو یہ نظام جمہوری
حقیقتاً بھی زمانے کو ساز گار آئے

خلوص و عدل و مساوات دل میں گھر کر لیں
نہ یہ کہ ذکر زباں پہ ہی بار بار آئے

ضمیر صاف ہوا بنا تو غیر ممکن ہے
کسی کے آئینۂ قلب پر غبار آئے

محبت آج بھی مشعل فروز منزل ہے
اگر نہ کور نگاہی بروئے کار آئے

دلوں کا کھوٹ ہو جس کے ضمیر میں شامل
نہ آئی ہے وہ سیاست نہ ساز گار آئے

زبان و دل میں باہم ارتباط ہو ایسا
کہ جو زبان کہے دل کو اعتبار آئے

بنا دیا ہے محبت نے آگ کو گلزار
مگر جو آج کے انساں کو اعتبار آئے

نہ ہو جو عام مسرت محال ہے اے دوست
کہ زندگی کو کسی حال میں قرار آئے

شیخ محمد محمود الصواف رحمہ اللہ

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی ــــ ترجمہ: خورشید انور ندوی

۱۲ ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ بروز جمعہ امت اسلامیہ ایک عظیم شخصیت، فکر اسلامی کا اہم مربی و مدرس، اور دعوت کے ایک عظیم قائد شیخ محمد محمود الصواف سے محروم ہو گئی، جنھوں نے تیسرے دہے کے اوائل میں عراق کے اندر دعوت کا کام شروع کیا، پھر عرب اور مسلم ممالک میں ایک عظیم رہنما، تقریر و تحریر، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و ارشاد، اسفار اور نوجوانوں کی تربیت کے ذریعہ دعوت کے امور انجام دینے کی حیثیت سے مشہور ہوئے، آپ حق گو تھے، اور حق گوئی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے۔

مرحوم ایک مجاہد اور جفاکش عالم کی جیتی جاگتی مثال تھے، پوری زندگی آپ راہ اسلام میں جہاد کا علم اٹھائے رہے اور راحت و سکون سے آشنا بھی نہیں ہوئے، اس دشوار راہ میں آپ کو جتنی صعوبتیں اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا اس کے سامنے پسپا نہیں ہوئے، کیوں کہ آپ جس کی دعوت دیتے تھے اس پر آپ کو بھرپور یقین تھا اور اللہ کی فتح و نصرت پر کامل اعتماد، یہ کیفیت تادم اخیر آپ کے ساتھ قائم رہی۔

پیدائش و نشو و نما

شیخ صواف ۱۳۳۳ھ میں موصل میں پیدا ہوئے، وہاں بچپن ہی سے ایمان و اسلام کے ماحول میں آپ کی تربیت ہوئی، شیخ فرماتے تھے: "جب ہم بچے تھے تبھی سے ہم لوگ فجر کی نماز میں حاضر ہونے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے، اور طلوع آفتاب تک ذکر اللہ اور تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھے حالات اور بہترین مواقع فراہم کیے تھے، چنانچہ آپ نے شیخ عبداللہ النعمہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے، وہ بڑے مصلح مربی تھے، اور سلفی عقیدے گہرے ایمان اور اخلاق حسنہ میں معروف تھے، پھر شیخ محمد الرضوان رحمہ اللہ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے، ان کا شمار موصل کے بڑے علماء میں ہوتا تھا اس کے علاوہ وہ علم اور صلاح و تقویٰ میں بلند پایہ تھے۔

اس طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے لیے خیر کے راستے اور تربیت کے وسائل مہیا کیے، اللہ کی مشیت یہ تھی کہ آپ عراق کے فاضل علماء اور داعیوں کی آغوش میں پروان چڑھیں، شیخ خود فرماتے تھے: "میں بچپن میں علماء اور فقہاء کے پاس جاتا تھا، ان کے ساتھ مذاکرہ کرتا، ان کی نشستوں سے مستفید ہوتا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا تھا، چنانچہ میرا معمول یہ تھا کہ رات کو ابتدائی مدارس اور سرکاری اسکولوں میں تعلیم حاصل کرتا اور دن میں علماء اور فقہاء کی مجلسوں میں جاتا، اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتا اور ان کے علم و اخلاق سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتا۔" وہ یہ بھی فرماتے: "میں نے اللہ کی محبت میں زندگی گذاری اور اسلام کو پورے اعضاء و جوارح کے ساتھ چاہا، اور بچپن ہی سے اپنے کو اللہ کے لیے وقف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! مجھے اپنے مخلص بندوں اور ثابت قدم فوجیوں میں شامل فرما۔"

شیخ محمد محمود صواف نے اپنے علم کا مقصد صرف اللہ کا قرب، اس کے دین کی خدمت اور اس کے بندوں کو نفع پہونچانا بنایا تھا، تحصیل علم کے ساتھ مرحوم اچھے کردار خالص توجہ اللہ عبادت، قرآن کریم کی تلاوت اور اس میں تدبر و غور و فکر کرنے، ذکر کے اہتمام اور جب بھی موقع ملتا شب بیداری بھی کرتے تھے، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ کی نشو و نما ظاہر و باطن کی پاکیزگی کے ساتھ ہوئی، اور دعوت کے پیغام کو پہلے اپنے ملک پھر پورے عالم اسلام پہونچانے کے لیے آپ تیار ہو گئے۔

عراق میں اسلامی تحریک کا آغاز

شیخ محمد محمود صواف جب نشو و نما کے مرحلہ میں تھے اس وقت عراق خلافت عثمانیہ سے انگریز سامراجیت (ENGLISH IMPERIALISM) میں منتقل ہو رہا تھا، اور شیخ مرحوم کا علماء اور فقہ و ادب کی بڑی بڑی شخصیتوں سے تعلق تھا، وہ ایک محفل سے دوسری محفل اور ایک گھر سے دوسرے گھر جاتے، وہاں سے ہدایات و رہنمائی حاصل کرتے، اور تمام واقعات میں بیدار مغزی اور تیقظ کے ساتھ شریک ہوتے یہاں تک کہ خلافت اسلامیہ کی محبت اور راہ خدا میں شہادت کی تمنا کے ساتھ آپ کی نشو و نما ہوئی۔

مشیت ایزدی سے شیخ صواف علیہ الرحمہ کو دعوت الی اللہ کا ایک سنہری موقع ہاتھ آگیا، وہ یہ کہ موصل کے ایک معزز شخص نے شیخ سے درخواست کی کہ وہ ان کی مسجد میں ماہ رمضان میں وعظ و ارشاد کی ذمہ داری قبول فرمائیں یہ ایک بہترین موقع تھا جس کو شیخ نے ان نوجوانوں کو بیدار کرنے کے لیے استعمال کیا جن کو یہ احساس تھا کہ ایک نیا مسئلہ ہے جس کو سمجھنا لوگوں کے لیے نہایت ضروری ہے، وہ یہ کہ اسلام کو ہر طرف سے نشانہ بنایا جا رہا ہے، یہاں سے شیخ کی سرگرمی کا آغاز ہوا، اور انھوں نے نوجوانوں، دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں اور بااثر لوگوں سے رابطہ قائم کرنا شروع کیا، چنانچہ انھوں نے "الامر بالمعروف والنہی عن المنکر" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی، یہ ایک مستقل تنظیم ہے اور "جمعیۃ الشبان المسلمین" سے الگ ایک تنظیم ہے جو موصل میں ان کے شیخ استاذ عبداللہ النعمہ رحمہ اللہ کی زیر صدارت تیسرے دہے میں قائم ہوئی تھی۔

اس وقت ہمارے ابھرتے ہوئے شیخ پر بیداری اور مسلسل نشاط و سرگرمی کی علامات ظاہر ہوئیں، ان کی سب سے اہم خصوصیت دعوت کے مفاہیم کو سمجھنے کی زبردست صلاحیت، اور نئے مسائل کی زود فہمی کی عجیب و غریب لیاقت ہے، ان مسائل میں سرفہرست خلافت کا اختتام سامراجی دور کا آغاز، عراق کی تقسیم کی فکر، گمراہ کن پروپیگنڈہ کا پھیلانا، قومی نعرے بلند کرنا اور کمیونزم کے سیلاب بلاخیز کے مسائل تھے، اور ان سب کے پیچھے مبغوض برطانوی سامراج جس نے اپنا شکنجہ کس رکھا تھا، اور نوجوانوں کے دلوں سے اسلام کا خاتمہ کرنے کے لیے خبیث منصوبے تیار کر رکھے تھے یعنی تعلیم کو ان تمام چیزوں سے خالی کر دینا جن کا اسلام سے ادنیٰ سا بھی تعلق ہو، ان چیلنجوں کے وقت ان تمام سازشوں کا مقابلہ کرنے اور مسلمانوں کا شیرازہ یکجا کرنے کے لیے مخلص علماء کی ایک جماعت اٹھی، چنانچہ مختلف تنظیمیں قائم ہوئیں اسلامی رسالے نکالے گئے، جو اسلام کی طرف سے مدافعت کرتے تھے، اور جہاد کی روح (SPRIT) پھونکتے تھے، یہ تمام کوششیں اگرچہ قابل قدر ہیں لیکن وہ دشمنان اسلام کے منصوبوں کے سامنے ناکافی تھیں، اس پر آشوب ماحول میں شیخ اسلامی جمعیتوں سے منسلک ہوئے اور اس کے افراد کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے ہاتھ بڑھائے، لہٰذا وہ "جمعیۃ الآداب الاسلامیہ" سے منسلک ہو گئے، جہاں اللہ نے انھیں ایک عالم ربانی، کشادہ ذہن فقیہ سماحۃ الشیخ امجد الزہاوی رحمہ اللہ سے ملاقات کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ان دونوں کے درمیان تعلقات کی رسی مضبوط ہو گئی چنانچہ وہ ان کے ساتھ، اس گہرے تعلق کے نتیجہ میں "الاخوۃ الاسلامیۃ" کی جماعت وجود میں آئی جس کا دوسرا نام "الاخوان المسلمون" ہے، اس سلسلہ میں انھوں نے حصہ لیا، اور عراق کے بعض ممتاز مسلم علماء نے بھی شرکت کی، یہی مرکز تھا جہاں سے مختلف شاخیں مکتبے قائم ہوئے، اور علماء و نوجوانوں کو "اخوت" کے مرکز پر جمع کیا گیا، اور عراق کے تمام نوجوان اس کی طرف امنڈ پڑے۔

اس دوران شیخ کا دو مرتبہ مصر جانا ہوا، پہلی مرتبہ اوقاف کے وفد میں ۱۹۳۹ء میں، اور دوسری عالمی جنگ کے بعد از ہر دوسری مرتبہ لوٹے جہاں انھوں نے ۶ سال والی تعلیم صرف تین سال میں مکمل کی، اس کے بعد وہ اصلاح کی بڑی تحریک سے قریب ہوئے ... جو مصر میں قائم ہوئی تھی جس کے اندر بانی تحریک شیخ حسن البناء نے نئی روح پھونک دی

تھی، چنانچہ وہ ان کے قافلے میں شریک ہو گئے، اور عام اسلامی اصلاح کے میدان میں کام کرنے لگے، اس طرح انھوں نے اپنی عظیم قوت اور نادر و بے مثال صلاحیتوں کی وجہ سے تعلیم اور دعوتی میدان میں جد وجہد دونوں کام بیک وقت انجام دیئے۔

دعوتی تشکیل اور تحریکی تربیت

شیخ نے اسلام کی خاطر تمام کرنے والوں کے ساتھ تعاون شروع کر دیا، انھوں نے اپنے کو کسی متعین جماعت میں منحصر نہیں رکھا، ان کا مقصد صرف اسلام کے لیے کام کرنا تھا، کوئی بھی کام اگر اسلام کے لیے ہوتا تو وہ اس کی پرواہ نہ کرتے کہ وہ آگے آتے ہیں یا پیچھے پیچھے، یہی وہ بہترین اور اعلیٰ طریقہ تھا جس کو امام شہید حسن البنا رحمۃ اللہ نے اختیار کیا تھا، شیخ صواف ان کے بارے میں کہتے ہیں: "میں خود ان کے حسن اخلاق، لوگوں کے ساتھ ان کا معاملہ، ان کی حکمت و دانائی اور سب سے محبت و تعلق کو دیکھتا اور محسوس کرتا تھا" (من سجل ذکریاتی ص ۱۳۷)۔

شیخ مرحوم نے قاہرہ میں اقامت کی مدت (جہاں وہ ۱۹۲۹ء کے آغاز میں گئے تھے) کھلے ذہن نوجوانوں کی طرح گذاری جو دعوت اور اس کے معارف کے چشموں سے سیراب ہونے کے لیے بے چین ہوں، انھوں نے مصر میں اپنے وجود سے فائدہ اٹھایا اور دعوت کا ایک ایسا منہج مقرر کیا جو ممتاز ہو، ہمہ گیریت میں، حکمت میں، وسعت افق میں، اور مختلف طریقہائے دعوت سے استفادہ کرنے میں، شیخ فرماتے تھے: "میرے نزدیک داعی کے لیے ضروری اور لازم ہے کہ وہ تربیت یافتہ ہو، اور جہاں تک ممکن ہو تمام بڑی بڑی شخصیتوں سے رابطہ قائم کرے، جیسا کہ علماء کہتے ہیں: "بڑے لوگوں سے ملاقات کرنا ان کی عقل کی تلقیح ہے"۔

یہ حقیقت شیخ محمد محمود الصواف کے قاہرہ میں اقامت کی مدت کے دوران مختلف اسلامی شخصیتوں کے ساتھ تعلقات میں صاف نظر آتی ہے، چنانچہ ہم ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ امام شہید حسن البنا سے ملنے کے لیے بے چین و بے قرار تھے، لہٰذا وہ جامع مسجد میں جاتے ہیں جہاں امام حسن البنا خطبہ دیا کرتے تھے اس کے بعد پابندی سے "الاخوان المسلمون" کے عام مرکز کے ہال میں حدیث الثلاثاء (منگل کے پروگرام) میں شریک ہوتے تھے۔

جب وہ قاہرہ میں تھوڑی مدت کے لیے مقیم تھے اس وقت ان کے دل میں مصر کے ممتاز و نمایاں مسلم شخصیتوں سے ملاقات کرنے اور ان کی زیارت کرنے کا شدید جذبہ تھا، چنانچہ انھوں نے شیخ اکبر مصطفی المراغی رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا، اور بڑا گہرا قائم کیا، "الہدایۃ الاسلامیہ" مرکز میں پابندی کے ساتھ ان سے ملاقات کرتے رہے، اسی طرح وہ "جمعیۃ الشبان المسلمین" کے محاضرات (LACTURES) میں حاضر ہوتے اور اس کے بانی عبقری شخصیت عبد الحمید سعید رحمہ اللہ سے ملاقات کرتے نظر آتے ہیں، اسی طرح وہ بڑے اسلامی قلمکار احمد امین "فجر الاسلام" "ضحی الاسلام" اور "ظہر الاسلام" کے مصنف اور باکمال ادیب "عبقریات" کے مصنف عباس محمود العقاد سے ملاقات کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ فن سیرت میں اس نرالے سلسلے کے بنیادی عناصر کے بارے میں تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔

شیخ مرحوم محمد محمود صواف علیہ الرحمۃ تمام اسلامی تحریکوں کے چشموں سے سیراب ہونے کے خواہشمند تھے اگرچہ اس کے طریقے اور مناہج کتنے ہی مختلف ہوں مثلاً "انصار السنۃ" اس کے صدر شیخ محمد حامد الفقی تھے، "شباب سیدنا محمدؐ" اس کے صدر استاذ حسین یوسف تھے، وہ استاذ محمد فرید وجدی کو پڑھتے اور ان کے ساتھ دعوت اسلامیہ کے امور میں مذاکرہ کرتے۔

اس طرح شیخ صواف نے مصر میں اپنی زندگی کے بہترین دن گذارے اگرچہ وہ بہت مختصر تھے، آپ کی مثال شہد کی مکھی کی طرح تھی، جو ہر گل سے رس چوستی ہے، پھر بہترین لذیذ شہد تیار کرتی ہے، جس میں لوگوں کے لیے شفا ہوتی ہے، آپ کی دعوت بھی رس کی طرح تھی، یہ دعوت حقیقی اسلامی اخوت کی دعوت تھی۔

شیخ فرماتے ہیں: "ان قیمتی تجربات نے عراق میں دعوت کا کام انجام دینے میں مجھ کو بڑی مدد پہونچائی" چنانچہ جب ۱۴ر جولائی ۱۹۵۸ء میں عراق کے اندر تحریک قائم ہوئی تو شیخ کمیونسٹ سیلاب کے سامنے پوری بہادری، خودداری، عقلمندی و دانائی اور پورے اعتماد و یقین کے ساتھ ڈٹ گئے، دشمنوں نے ان پر حملے کیے، ان کے پریس کو توڑ پھوڑ دیا، ان کے رسالہ "لواء الاخوۃ الاسلامیۃ" کو بھی بند کر دیا، پھر ان کو گھسیٹا، ان کو تکلیف و اذیت پہونچائی، لیکن وہ ڈٹے رہے، پھر آپ عراق سے شام، شام سے سعودیہ چلے گئے، جہاں ان کا پرجوش استقبال کیا گیا، اور مکۃ المکرمہ کے "کلیۃ الشریعۃ" میں استاذ کی حیثیت سے تقرر ہوا، اور ان کو پہلے رہنے کی اجازت دی گئی پھر وہاں کی شہریت (CITIZENSHIP) مل گئی، وہاں انھوں نے اپنی دعوتی سرگرمی کا آغاز کیا، جلد ہی تمام علمی ادارے اور دعوتی حلقے ان کو ایک عظیم رہنما اور وسیع پیمانہ پر اسلامی تحریک کے بانی کی حیثیت سے جان گئے اس سے دشمنان اسلام بے چین ہو گئے اسی طرح وہ ان حلقوں میں ایک صاحب نظر سیاست داں کی حیثیت سے مشہور ہوئے، وہ کلمۂ حق کہتے، اور عرب و مسلمانوں کو اسلام کے عظیم اصولوں کے واضح راستہ پر متحد کرنے کی کوشش کرتے، اس کے ساتھ ساتھ آپ کی شہرت ایک کامیاب مقرر، ممتاز محاضر، حاضر جواب، نئے فکر کے حامل، وسیع المطالعہ، اور صاحب دقت نظر کی حیثیت سے ہوئی، اس کے علاوہ آپ علمی حلقوں میں فکر اسلامی کی دونوں قسموں تربیتی و سیاسی فکر کی بنیادوں کو واضح کرنے کے لیے جد وجہد کرنے والے کی حیثیت سے بھی معروف ہوئے۔

شیخ کی زندگی میں دعوت کی آفاقیت کے مظاہر

اللہ تعالیٰ نے شیخ کو دعوت کے معاملے میں ذکی الحس اور بیدار مغز بنایا تھا، اور حکمت و موعظت حسنہ کے معانی سمجھنے کی بھرپور صلاحیت عطا فرمائی تھی، ان تمام صلاحیتوں کو ان کی کامیابی اور مسلمانوں کے مسائل حل کرنے اور ان کے معاملات سدھارنے میں کامرانی میں بڑا دخل ہے۔

شیخ مرحوم اللہ کی توفیق و فضل و کرم سے اسلامی اخوت کے معانی کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے، یہ بات کوئی تعجب کی بھی نہیں، کیونکہ بچپن ہی سے آپ کی اسلامی تربیت و نشو و نما ہوئی تھی، اور اہل صلاح و تقویٰ کے ساتھ آپ کا اٹھنا بیٹھنا تھا، اور فکر و دعوت کے میدان میں کام کرنے والوں کے ساتھ رہنا سہنا تھا، کتاب الٰہی کا انھوں نے گہرا مطالعہ کیا تھا، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح سمجھا تھا، یہی وجہ ہے کہ شیخ نے پوری زندگی اسلام و مسلمانوں کے لیے گذاری، داعی کی حیثیت سے بھی اور رہنما و مرشد کی حیثیت سے بھی، اور یہ کہنا ذرہ برابر مبالغہ نہ ہوگا کہ مرحوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے کامل نمونہ تھے:

مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد الواحد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى۔

مومنین کی مثال آپس میں محبت والفت اور رفق و نرمی میں تن واحد کی طرح ہے اگر اس کا کوئی عضو بیماری میں مبتلا ہو جائے تو پورا جسم بے خوابی اور بخار کی کسک محسوس کرتا ہے۔

اور یہ "جمعیۃ الاخوۃ الاسلامیہ" کا سب سے بڑا مقصد تھا، شیخ برابر اسلام اور مسلمانوں کے مسائل حل کرتے رہے اور ان کو متحد کرنے ان کے شیرازہ کو یکجا کرنے کی دعوت دیتے رہے، انھوں نے عالم اسلامی کے ممالک میں بہت زیادہ سفر اور دورے کیے، ہندوستان پاکستان سعودیہ اور مصر میں عالم اسلامی کے مسائل خصوصاً فلسطین کا مسئلہ جس کی شیخ کے نزدیک بڑی اہمیت تھی ان تمام مسائل کو حل کرنے کے لیے کانفرنسیں منعقد کرنے میں ان کا نمایاں کردار تھا، مرحوم قدس کانفرنس میں جو پانچویں دہے کے اوائل میں منعقد ہوئی تھی اور آل انڈیا کانفرنس جو دہلی میں ۱۹۳۶ء میں منعقد ہوئی تھی پھر شہر کراچی کی کانفرنس میں شرکت کرنے والوں میں پیش پیش تھے، اور جب اقوام متحدہ UNITED NATIONS نے فلسطین کو تقسیم کرنا چاہا تو عالم اسلامی بھڑک اٹھا، اور شیخ مرحوم نے با مقصد نوجوانوں کی ریلی کی قیادت کی، پھر انھوں نے "انقاذ فلسطین" کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالنے کا عزم کیا، اس تنظیم میں بہت سے مجاہدین شریک ہوئے، شیخ ہمیشہ

زندگی بھر اس مسئلہ کی اسلامی رہنمائی کرتے رہے، آپ فرماتے تھے: "سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ فلسطین کے مسئلہ کو مقدس اسلامی قضیہ سے خالص عرب قضیہ بنا دیا جائے کیوں کہ اقصیٰ عربوں کا قبلۂ اولیٰ نہیں تھا، بلکہ مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ تھا"۔

شیخ مرحوم نے مغربی اور شمالی افریقہ کی بھی زیارت کی، انھوں نے وہاں کے علماء اور لیڈروں سے ملاقات کی، نیز شیخ نے حکومت پاکستان کے قیام پر بھی بڑی توجہ دی، آپ عراقی وفد کے ایک ممبر تھے جس کی صدارت شیخ امجد الزہاوی فرما رہے تھے، یہ وفد ۱۹۴۹ء میں پاکستان میں پہلی اسلامی کانفرنس میں شرکت کرنے گیا تھا، شیخ علیہ الرحمۃ زندگی بھر پاکستان کی حکومت اور وہاں کی عوام پر توجہ دیتے رہے، اور اس کے مسائل میں (POSITIVE) شرکت کی، اور جب پاکستان کے سابق صدر محمد ایوب خاں ۱۹۶۰ء میں مکہ مکرمہ گئے، تو انھوں نے ان کی خدمت میں ایک کھلا خط دیا جس میں انھوں نے ان سے اسلامی شریعت نافذ کرنے کا مطالبہ کیا تھا، شیخ کا ہند و پاک کے چوٹی کے داعیوں سے بڑا گہرا تعلق تھا، یعنی مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی علیہ الرحمۃ۔

ان اہم مسائل میں جو مرحوم کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتے تھے آزادی جزائر کا مسئلہ ہے (جو دس لاکھ شہیدوں کا ملک ہے) شروع ہی سے انھوں نے اس میں شرکت کی، اور "الاعظمیہ" کی مسجد میں خطیب کی حیثیت سے مقرر ہوئے، اور اس آزادی کا اسلامی جہاد کے نام سے اعلان کیا، تاکہ جزائر کی عوام کے جہاد کی تائید ہو سکے، انھوں نے عراقی عوام کو جزائر کی بہادری و شجاعت اور اس کے قضیہ کے بارے میں واضح نظریہ عطا کیا، انھوں نے ۱۳۸۲ھ میں ایک وفد کے ساتھ جزائر کا سفر بھی کیا، اس میں وہ برابر جہاد سے لبریز زندگی کے آخری لمحہ تک ہدایات و اسفار کے ذریعہ حصہ لیتے رہے۔

(باقی آئندہ)

بقیہ: مسلمانوں کو ٹکراؤ سے

اور حکومت ہند کے ان تمام اقدامات کی مذمت اور مخالفت کریں۔

مجلس عاملہ نے بابری مسجد کے سلسلہ میں تمام متعلقہ امور پر غور وفیصلے اور آئندہ کے اقدامات طے کرنے کے لیے ایک سات رکنی کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ان کے ممبروں کے ناموں کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

مجلس عاملہ نے مزید کہا کہ فرقہ پرستوں کی جارحیت کے نتیجہ میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو حالات گذر رہے ہیں وہ نہایت ہولناک ہیں پولیس اور خاص طور سے پی اے سی نے جس درندگی کا مظاہرہ کیا ہے وہ حکومت ہند کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے۔

مجلس عاملہ نے کہا کہ ان ہنگاموں میں جو مسلمان ہلاک کیے گئے وہ شہید ہیں اور شہادت کی موت اتنی عظیم ہے کہ ہر مسلمان اس کی تمنا کرتا ہے برباد کیے جانے والے مسلمانوں سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے مجلس عاملہ نے انھیں یقین دلایا کہ اس قربانی اور ایثار کا اجر اللہ کے پاس ہے۔

مجلس عاملہ نے کہا کہ ملک میں فرقہ پرستی اور فسطائی ذہن جس قوت کے ساتھ ابھر رہا ہے اس کے نتیجہ میں آئندہ بھی ایسے ہولناک واقعات پیش آ سکتے ہیں چنانچہ مسلمان صبر و تحمل سے کام لیں اور ٹکراؤ سے بچنے کی کوشش کریں۔

لیکن جب ان کی جان و مال عزت آبرو پر حملہ ہو تو وہ اللہ کی ان امانتوں کی حفاظت کے لیے حملہ آوروں کا مقابلہ کریں اور اپنے دفاع کے لیے دینی اخلاقی اور قانونی حق کا بھرپور استعمال کریں۔

مجلس عاملہ نے کہا کہ ہندوستان میں مسلمان کا وجود حکومت یا اکثریت یا کسی گروہ کے رحم و کرم پر نہیں ہے اس کا سہارا صرف اللہ کی ذات ہے وہ خود اعتمادی اور خدا اعتمادی کے ذریعہ ہی زندہ رہ سکتا ہے۔

دعائے مغفرت

دار العلوم ندوۃ العلماء کے طالب علم محمد جاوید اشرف میرٹھی کی والدہ کا مختصر علالت کے بعد ۔ر جنوری ۱۹۹۳ء کو انتقال ہو گیا اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے آمین۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مسلم رہنماؤں کا وفد وزیر اعظم نرسمہا راؤ سے ملا

مہاراشٹر اور گجرات کے فسادات پر اظہار تشویش

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک وفد نے ممتاز عالم دین مولانا علی میاں کی قیادت میں ۹ر جنوری کو وزیر اعظم مسٹر نرسمہا راؤ سے ملاقات کی اور مہاراشٹر نیز گجرات کے مختلف حصوں میں پھر سے فرقہ وارانہ فسادات بھڑکنے پر تشویش کا اظہار کیا۔

وفد نے وزیر اعظم پر زور دیا کہ وہ تشدد کو روکنے کے لیے سخت اقدامات کریں۔

مسلم رہنماؤں نے جو اجودھیا کے واقعات کے بعد مسلمانوں کو درپیش مسائل پر غور و خوض کرنے کے لیے یہاں جمع ہوئے تھے سلامتی ایجنسیوں اور ریاستی حکومتوں کے رول پر یہ کہتے ہوئے نکتہ چینی کی کہ فسادات اور تشدد کو روکنے میں ناکام رہی ہے۔

وفد نے جس میں دار العلوم دیوبند کے مولانا محمد سالم، مولانا مجاہد الاسلام، مسٹر ابراہیم سلیمان سیٹھ، مسٹر صلاح الدین اویسی، مسٹر ظفریاب جیلانی اور مولانا عبد الکریم پاریکھ شامل تھے صدر جمہوریہ کی طرف سے جاری کیے جانے والے آرڈی ننس پر بھی ناراضگی ظاہر کی جس کے تحت اجودھیا میں متنازعہ اراضی کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا ہے۔

مسٹر راؤ کے ساتھ ایک گھنٹہ تک جاری رہنے والی ملاقات کے دوران مسلم لیڈروں نے کہا کہ آرڈی ننس مسلمانوں کے مفادات کے خلاف ہے اور قانون کی حکمرانی کی مکمل خلاف ورزی ہے، آرڈی ننس کو مسترد کرتے ہوئے انھوں نے اسے پر فریب قرار دیا اور کہا کہ ایسی باتوں سے مسلمانوں کا اعتماد بحال کرنے میں مدد نہیں ملے گی۔

مسلم لیڈروں نے کہا کہ وزیر اعظم نے ان کو یقین دلایا ہے کہ تشدد کو روکنے کے لیے تمام ضروری اقدامات کیے جائیں گے اور کہا کہ حساس علاقوں میں بڑی تعداد میں فوج اور نیم فوجی دستوں کی ٹکڑیاں تعینات کر دی گئی ہیں۔

ان لیڈروں نے کہا کہ منہدم کی گئی مسجد کی جگہ سے دست بردار ہونے کا کوئی سوال نہیں ہے اور یہ کہ مجوزہ مسجد وہیں تعمیر ہونی چاہیے۔

انھوں نے کہا کہ مسلمانوں نے اجودھیا سے متعلق حکومت کے حالیہ دنوں کے تمام فیصلے مسترد کر دیے ہیں۔

دعائے مغفرت

- دار العلوم ندوۃ العلماء کے ایک معاون و ہمدرد خاص جناب الحاج ابراہیم راج محمد جوگیشوی بمبئی ۲۵ر دسمبر کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نے اور مرحوم کے دیگر بھائیوں نے دار العلوم کے کاموں سے بہت عرصہ تک برابر دلچسپی رکھی اب تک صاحبزادگان بھائیوں اور بھتیجوں کو تاکید فرماتے رہتے تھے کہ دار العلوم کا خیال رکھو اور ماشاء اللہ یہ سب حضرات دلچسپی لیتے ہیں مرحوم کے دو صاحبزادے اور ایک بھتیجے دار العلوم سے فارغ ہیں۔ خاندان کے کئی اور بچوں نے بھی یہاں تعلیم حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر کی توفیق دے قارئین تعمیر حیات سے ان کے لیے خصوصی طور پر دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔
- مولوی محمد مظہر الحق کریمی ندوی (استاد دار العلوم ندوۃ العلماء) کے والد مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ جامع العلوم مظفر پور بہار کا ۲۰ر رجب ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۴ر جنوری ۱۹۹۳ء بروز جمعرات تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں عشاء کی نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت مصلیٰ پر انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق رکھتے تھے اور تعمیر حیات کے قدیم قاریوں میں تھے، تدفین آبائی وطن کرہول ضلع سیتامڑھی بہار میں ہوئی اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

مسلم پرسنل لا بورڈ کا اعلان

غیر جمہوری مطالبات اور نقصان دہ احتجاج سے اجتناب ضروری

عبید اللہ ناصر

مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ نے بابری مسجد کے اندوہناک انہدام کے بعد اس کی حیثیت کے عنوان سے گزشتہ ۹ر جنوری ۱۹۹۳ء کو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی صدارت میں ہونے والے ایک سو سے زائد علماء، دانشوروں، مفکروں اور لیڈروں پر مشتمل اپنے اجلاس میں بابری مسجد کے انہدام کی شرعی حیثیت واضح کی ہے، اس اجلاس کے سلسلے میں بورڈ کی جانب سے جاری کیے جانے والے اخباری بیان کے مطابق معاملے کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے بورڈ نے شرعی احکام کی رو سے سات (۷) اعلانات کیے ہیں اور ان تمام اعلانات اور بورڈ کے مذکورہ اخباری بیان کو یہاں اس لیے تفصیل سے شائع کیا جا رہا ہے کہ تمام مسلمان خاص طور پر علماء کرام، مسلم دانشور، مفکر اور رہنما سوچے سمجھے بغیر حکومت سے اندھا دھند مطالبے کرنے اور اجتماعی سطح پر نقصان پہنچانے والی احتجاجی کارروائیاں کرنے کے بجائے بورڈ کی اس تجویز کی مطابقت سے مطالبے یا احتجاج کریں کہ "ہر وہ شخص جو خود کو مسلمان کہتا ہے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرے اور حکومت کے ان تمام اقدامات کی مذمت کرے، اس طرح تمام مسلمانوں کو بورڈ کی اس تجویز کی مطابقت سے اپنے افکار وخیالات کی ترتیب وتہذیب کر کے ان کا اظہار کرنا چاہیے اور غیر ضروری جوش وخروش اور لاحاصل بلکہ فائدے کے بجائے نقصان پہنچانے والی اندھا دھند مانگوں اور احتجاجی کارروائیوں سے مکمل طور پر اجتناب کرے۔ مانگوں اور احتجاجی کارروائیوں کے ضمن میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ اپنے مذکورہ سات اعلانات میں بورڈ نے بابری مسجد کے انہدام کے بعد پورے معاملے کی شرعی حیثیت واضح کی ہے اور نہ تو کوئی اندھا دھند مطالبہ کیا ہے اور نہ ہی کسی اندھا دھند احتجاجی کارروائی کی اپیل کی ہے۔

بیان کا متن حسب ذیل ہے:۔

پرسنل لا بورڈ نے بابری مسجد کے انہدام کے لیے اور اسی جگہ پر ایک غیر قانونی تعمیر اور مورتیوں کی تنصیب کے لیے مرکزی حکومت کو ذمہ دار قرار دیا۔ بورڈ نے اس بات کا اعلان کیا کہ اجودھیا میں قبرستان ومسجد کی زمین کو تحویل میں لینے اور سپریم کورٹ کو ایک نقطہ پر بابری مسجد کے معاملہ کی حوالگی دراصل اس سازش کا ایک حصہ ہیں جس کے تحت آر ایس ایس، بی جے پی اور وشو ہندو پریشد کو خوش کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں تاکہ مسلمانوں کو اس مقام پر صدیوں سے قائم اپنی ملکیت کے حق سے محروم کر دیا جائے۔

آل انڈیا پرسنل لا بورڈ نے شرعی احکامات کی رو سے اس بات کا اعلان کیا:۔

۱۔ مسجد کی عمارت کا انہدام مسلمانوں کے جذبات واحساسات کو مجروح کرتا ہے اور شعائر اسلام کی توہین ہے۔

۲۔ عمارت کے انہدام کے باوجود وہ مقام جہاں بابری مسجد کی بنیاد ۱۵۲۸ء میں رکھی گئی تھی اب بھی مسجد ہے اور قیامت تک وہ مسجد ہی رہے گی۔

۳۔ مسجد کی عمارت کا انہدام، اس کی جگہ غیر قانونی طور سے مورتیوں کی تنصیب یا وہاں مورتیوں کی پوجا اس کے مسجد ہونے کی حیثیت کو ختم نہیں کر سکتی اور بہر حال مسجد ہی رہے گی۔

۴۔ کسی مسجد میں کسی عرصہ کے لیے نماز کا ادا نہ کیا جانا اس کے مسجد ہونے کی حیثیت کو ختم نہیں کرتا۔

۵۔ کوئی مسلمان کسی حال پر کسی مسجد کو کلی یا جزوی طور پر بت خانے میں تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

۶۔ مسجد کو تحویل میں لینے کا حکومت کا فیصلہ شریعت کے تحت ناجائز اور باطل ہے اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں صریح مداخلت ہے۔

۷۔ اگر حکومت بابری مسجد کے بجائے کسی دوسرے مقام متبادل مسجد تعمیر کرتی ہے تو یہ شرعی نقطۂ نظر سے مسجد نہیں ہوگی۔ اور اس غرض کے لیے تشکیل پانے والے ٹرسٹ میں شرکت کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

مسلم پرسنل لا بورڈ نے ہر اس شخص سے جو خود کو مسلمان کہتا ہے خواہ وہ کسی بھی سماجی مرتبہ یا عہدہ کا حامل ہو، خواہ وہ وزیر ہو یا عامی، فقیر ہو یا امیر یہ مطالبہ کیا ہے کہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرے اور حکومت کے ان تمام اقدامات کی مذمت کرے۔ ایک دوسرے ریزولیوشن کے ذریعہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے سخت ترین الفاظ میں کارسیوکوں کے ذریعہ صحافیوں پر ۶ر دسمبر کو حملہ کی مذمت کی ہے۔

بورڈ نے یہ بھی اعلان کیا کہ جماعت اسلامی نے کبھی کسی فرقہ یا مسلک کے خلاف نفرت نہیں پھیلایا۔ جماعت اسلامی اور آئی ایس ایس ۶ر دسمبر کے المیہ میں ملوث نہیں ہیں اس لیے ان پر پابندی عائد کرنا درست نہیں۔

بورڈ نے فسادات میں ہلاک ہونے والوں کی مغفرت کے لیے دعا کی اور مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ تحمل اور استقلال سے کام لیں اور تصادم سے گریز کریں اور ایسی صورت میں اپنی حفاظت خود اختیاری کے حق کو استعمال کریں جب کہ ان کی جان ومال اور آبرو حملہ کی زد میں ہو۔ پرسنل لا بورڈ نے اپنے اس تاثر کا اظہار کیا کہ مسلم دشمن عناصر اس بات کی سازش کر رہے ہیں کہ ان کے جذبات کو مشتعل کریں اس موقع پر ضروری ہے کہ مسلمان اشتعال سے کنارہ کش رہیں اور امن قائم رکھنے اور اپنی زندگی میں ڈسپلن پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

یاد رہے کہ بورڈ نے اس اجلاس کے فیصلے کے مطابق ایک سات رکنی کمیٹی بھی تشکیل کر دی ہے جو مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر ڈاکٹر مولانا کلب صادق، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا عبید اللہ خاں اعظمی، مولانا عبدالوہاب خلجی، مسٹر عبدالرحیم قریشی اور مسٹر ابراہیم سلیمان سیٹھ پر مشتمل ہے۔ یہ کمیٹی حالات کا جائزہ لیتی اور مناسب اقدامات کرتی رہے گی۔

غزل

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی

تری جنت میں پوشیدہ خزانوں تک بھی پہنچیں گے
زمیں کے رہنے والے آسمانوں تک بھی پہنچیں گے

مقرر کر دیے تھے جو ازل میں دست قدرت نے
ہمارے تیر اک دن ان نشانوں تک بھی پہنچیں گے

تصور بھی پہنچ سکتا نہ ہو جن کی بلندی تک
یہ شاہینوں کے بچے ان چٹانوں تک بھی پہنچیں گے

نہیں پابند محلوں کے ہوا کے نرم رو جھونکے
یہ بام قصر سے کچے مکانوں تک بھی پہنچیں گے

لکھا اپنے عہد کے حالات بھی ان میں رقم کر دو
کہ یہ اشعار آئندہ زمانوں تک بھی پہنچیں گے

زمانے میں جنھیں عشق و وفا کی جستجو ہوگی
وہ اہل دل ہماری داستانوں تک بھی پہنچیں گے

چمن کو آگ دے دینا تو آساں ہے بہت یارو
مگر شعلے تمہارے آشیانوں تک بھی پہنچیں گے

نئی تہذیب کے یہ لال، اکالے، کیسری دھبے
خبر کیا تھی طفیل اپنے گھرانوں تک بھی پہنچیں گے

بفضلہ
بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے
وابستہ نام — سلیمان عثمان
شیریں رواج، شیریں مزاج
سلیمان عثمان مٹھائی والے
Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س: ایک شخص بیمار تھا اس نے دوسرے سے فرض حج کرایا پھر وہ تندرست ہو گیا تو اس کو حج کرنا ہوگا یا نہیں؟

ج: مذکور شخص کو تندرست ہونے پر خود جا کر حج کرنا پڑے گا۔

س: ایک شخص غریب تھا اس پر حج فرض نہ تھا اس کو ایک شخص نے اپنے پیسے سے حج کرنے کے لیے بھیج دیا بعد میں وہ مالدار ہو گیا تو اس کو اب دوبارہ حج کرنا ہوگا یا نہیں؟

ج: اگر خود اس نے اپنا حج کیا تو پھر اس پر دوبارہ حج فرض نہ ہوگا۔

س: امام نے چار رکعت والی فرض نماز میں دو رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا اور قیام میں چلا گیا، چوتھی رکعت کے اخیر میں سجدہ سہو کر کے اپنی نماز پوری کر لی اور مقتدیوں سے کہا کہ نماز ہو گئی کیا حقیقۃً نماز صحیح ہو گئی۔

ج: ہاں، چونکہ قعدہ اولیٰ میں بیٹھنا اور تشہد پڑھنا واجب ہے سہواً اس کا ترک پایا گیا اس لیے سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو گئی اور نماز درست ہو گئی۔

س: ہمارا پڑوسی ایک غریب اور مجبور غیر مسلم ہے کیا اسے ہم زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

ج: نہیں زکوٰۃ کی رقم صرف مسلمان مستحقین کو دی جا سکتی ہے، غیر مسلم کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی البتہ صدقہ اور خیرات دینے کے لیے مسلم ہونے کی قید نہیں ہے۔

س: کیا مدرسہ کی تعمیر کے لیے زکوٰۃ کا پیسہ استعمال کر سکتے ہیں؟

ج: نہیں مدرسہ کی تعمیر کے لیے زکوٰۃ کا پیسہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے، زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ مستحقین زکوٰۃ کو مالک بنا دیا جائے، اور وہ تمام شرائط مذکورہ مسئلہ میں مفقود ہیں۔

س: کیا مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے؟

ج: مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ اس جگہ پر کسی اور مقصد کے لیے کوئی عمارت تعمیر کی جا سکتی ہے جہاں مسجد بن گئی وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی چاہے اس کی عمارت گرا دی جائے۔

علامہ ابن نجیم البحر الرائق میں تحریر فرماتے ہیں: وقال ابو یوسف هو مسجد الى قيام الساعة لا يعود ميراثا ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه ام لا وهو الفتوىٰ۔

البحر الرائق جلد ۵ ص ۲۵۱

علامہ موصوف کی تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

س: بکر ایک کالج کے ہوسٹل میں اپنے دو ہندو ساتھیوں کے ساتھ ایک ہی کمرہ میں رہتا ہے اس کے ہندو دوست اسی کمرہ میں مورتیوں کو رکھ کر روزانہ ان کی پوجا کرتے ہیں اس کمرہ میں بکر نماز پڑھنا چاہتا ہے تو وہ کس طرح ادا کرے؟

ج: نماز اس کمرہ میں اس طرح ادا کرے کہ مورتیاں پیچھے ہو جائیں اگر ممکن نہ ہو تو دوسری جگہ باہر نماز ادا کرے۔

س: کیا نماز با جماعت ادا کرنے کے لیے حی علی الصلاۃ پر کھڑا ہونا چاہیے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے؟

ج: "حی علی الصلاۃ" پر کھڑے ہونے کے سلسلے میں فقہ کی کتابوں میں جو آتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کھڑے ہونے کی آخری استحبابی حد ہے یعنی اس وقت تک ضرور کھڑا ہو جانا چاہیے پہلے کھڑے ہونے کی ممانعت نہیں ہے۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● افغانستان کی شوریٰ حل وعقد نے دو سابق کمیونسٹ صدر ڈاکٹر نجیب اللہ اور ببرک کارمل پر مقدمہ چلانے کی منظوری دے دی ہے اور غیر اسلامی جماعتوں اور ان کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی ہے۔

● تنظیم آزادیٔ فلسطین کے صدر یاسر عرفات نے کہا ہے کہ عرب اسرائیل امن مذاکرات کو اس وقت تک ملتوی رکھا جائے گا جب تک اسرائیل ان چار سو سے زائد ملک بدر فلسطینیوں کو واپس نہیں لے لیتا ہے۔

● برطانیہ کے مسلمانوں کی مسلم پارلیمنٹ نے برطانیہ میں زکوٰۃ کا نظام قائم کرنے اور اس کے ذریعہ برطانوی مسلمانوں کی معاشی مسائل حل کرنے کے لیے ایک اسکیم تیار کی ہے جس کا اعلان جلد کیا جائے گا۔

● خادم حرمین شریفین شاہ فہد نے سعودی عرب کے لیے نئے سال کے ۱۹۶۸۵ ملین ریال کے بجٹ کا اعلان کیا ہے اس نئے بجٹ میں ۶۱۶۴۳ ملین ریال کی رقم دفاعی نظام کے لیے مختص کی گئی ہے اور دوسری ترجیح تعلیم کو دی گئی ہے جس کے لیے ۲۴۳۰۹ ملین ریال رکھے گئے ہیں۔

● بوسنیا کے نائب وزیر اعظم مسٹر حکیہ توراجک جو اقوام متحدہ کی امن فوج کی حفاظت میں جا رہے تھے سرب فوجیوں نے گاڑی سے اتار کر ہلاک کر دیا ہے جس پر اکثر مسلم ملکوں کے نمائندوں نے سخت احتجاج کیا ہے اور اس کا جنیوا میں امن مذاکرات پر کافی اثر پڑا ہے۔

● بلغاریہ کے شمال مشرق کے علاقے رازجراد سے متصل پہاڑی بستیوں میں جہاں کافی تعداد میں ترکی نژاد مسلمان آباد ہیں ایک بار پھر مساجد ومدارس آباد ہو گئے ہیں واضح رہے ۱۹۸۴ء میں کمیونسٹ حکومت نے اسلامی ثقافت اور شعار اسلام پر پابندی لگا دی تھی۔

● اسرائیلی ٹیلی ویژن پر دکھائے گئے کابوس نامی ڈرامے کی چند جھلکیوں سے مقبوضہ فلسطین کے مسلم حلقوں میں زبردست غم وغصہ کی لہر پیدا ہو گئی ہے یہ ڈرامہ فرشتوں کی اہانت پر مبنی ہے مسلمانوں نے اس کی منسوخی کا مطالبہ کیا ہے۔

● بوسنیا کے دو ہزار بچے عنقریب پاکستان لائے جائیں گے اس کی اطلاع فرینڈز آف بوسنیا کے پاکستانی سربراہ نے دی ہے اس سلسلہ میں بوسنیا کے سفیر نے کہا ہے کہ اس جہاد میں ہماری سب سے بڑی مدد ہمارے کم عمر بچوں کی تربیت اور حفاظت ہے مگر اس انداز سے ہونی چاہیے کہ وہ اپنی زبان، قومیت اور رسم ورواج سے نابلد نہ ہوں لہٰذا اس مقصد کے تحت ہر پانچ بچوں کے ساتھ ایک عورت بھی آئے گی۔

● رابطہ عالم اسلامی نے اسلامی ملکوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بھارت پر زور دیں کہ بابری مسجد کی جلد دوبارہ تعمیر کرے۔ رابطہ کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف نے کہا ہے کہ اگر تعمیر جلد نہیں ہوتی تو مسلم ممالک بھارتی اشیاء کا بائیکاٹ کریں گے۔ واضح رہے کہ بھارت کی اسی فیصد برآمدات کی صرف عرب ممالک میں کھپت ہوتی ہے اور ۳۰ لاکھ شہری ان ممالک میں ملازمت کرتے ہیں۔

● متحدہ عرب امارات کویت، بحرین کی مشترکہ کوششوں سے زیر سمندر ٹیلی فون رابطہ میں توسیع کی غرض سے کیبل لائن بچھانے کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے یہ کام ۱۸ ماہ میں مکمل ہو جائے گا اور اس کیبل سے ۸ سو ٹیلی فون لائن فراہم کی جائیں گی۔

● افغانستان میں نئی پارلیمنٹ کے ۲۰۵ ممبروں کی نامزدگی کا اعلان کیا گیا ہے واضح رہے کہ یہ اعلان شوریٰ حل وعقد کے ایک ہزار ممبروں نے کیا ہے۔

● صوبہ بہار اسمبلی کی حکمراں جماعت اور اس کی حلیف پارٹیوں نے بہار کے مندروں میں برہمنوں کے علاوہ اقوام مندرجہ فہرست وقبائل سے تعلق رکھنے والے افراد کو شنکر آچاریہ (پجاری) مقرر کرنے کا قانون بنانے کا مطالبہ کیا ہے۔ اس اعلان کے برہمنوں نے شدید تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ہندو دھرم کے ساتھ ایک مذاق ہے۔

● بابری مسجد کے انہدام کے سلسلہ میں جن بڑے لیڈروں کو گرفتار کر کے ماتاٹیلا گیسٹ ہاؤس میں نظر بند کیا گیا تھا سکیورٹی کے لیے سی آر پی ایف کی ۶ کمپنیاں لگائی گئی تھیں جن پر سرکاری اندازہ کے مطابق ایک لاکھ ۲۰ ہزار روپیہ یومیہ خرچ ہو رہا تھا واضح رہے کہ یہ لیڈر ایک ماہ سے زائد نظر بند رہے تھے۔